تحریکِ پاکستان کے مخالف

کانگریسی علماء کا روشن پہلو

حقائق و معلومات

سید محمد عاقل ہمدانی قادری

تحریک پاکستان کے مخالف

کانگریسی علماء کا روشن پہلو

حقائق و معلومات

ابوالعادل سید محمد عاقل ہمدانی قادری

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تحریک پاکستان کے مخالف کانگریسی علماء کا روشن پہلو
(حقائق و معلومات)

مرتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سید محمد عاقل ہمدانی قادری

کمپیوٹر رائز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً

مطبوعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غیر مطبوعہ

تاریخ ابتداء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2007ء

نظر ثانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔15 رجب المرجب 1439ھ/2 اپریل 2018ء

ای میل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔aaqilh866@gmail.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

کتب کے مطالعہ کے دوران تحریک پاکستان کے مخالفین کی تحریریں سامنے آئیں تو دل میں خیال آیا کہ اپنی معلومات کے لئے ان واقعوں کو سپرد قلم کرلوں۔ کیونکہ مملکت خداداد پاکستان آجکل جن حالت کے نشیب و فراز سے گزر رہا ہے یہ ایک محب وطن پاکستانی کے لئے بڑے دکھ کی بات ہے۔ درد اس بات کا ہے جن کے اکابر قیام پاکستان کے مخالف رہے وہ پاکستان بننے کے بعد اس ملک میں گھس آئے اور اتنے گھسے کہ ایوان بالا کے اہم عہدے اُن کے ہاتھ آگئے اور اُنھوں نے اپنے مذموم مقاصد کے تحت مملکت خداداد پاکستان میں فتنہ و فساد پھیلایا اور پھیلا رہے ہیں۔ چاہے وہ مذہبی لحاظ سے ہو یا قومی لحاظ سے ،اُن کا اصل مقصد پاکستان کو نقصان پہنچانا ہے۔ دہشت گردی اور خود کش دھماکوں سے مملکت خداداد پاکستان کو بدنام کیا جارہاہے ہے۔ یہ لوگ اتنے غیرت مند ہیں جس ملک کا کھارہے ہیں اُسی کو نقصان پہنچا کر اپنے اکابر کی روحوں کو تسکین پہنچا

رہے ہیں۔ چنانچہ ہر جماعت نے قیام پاکستان کے لئے یا مخالفت میں اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ۔ کسی کا ووٹ پاکستان کے حق میں گیا اور کسی کا مخالفت میں۔ پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے والے یقیناً کامیاب ہوئے اور پاکستان کے خلاف ووٹ ڈالنے والوں کے سیاہ چہرے مزید داغدار ہوئے۔ اور یوں اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ابھی تک پاکستان میں نت نئے مسائل کو جنم دے کر پاکستان کے کاز کو نقصان پہنچا رہے ہیں یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ایک سازش کے تحت جو حقیقیت میں پاکستان کے حامی تھے اُن کو پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے ۔اور جو شریک سفر نہ تھے آج پاکستان میں حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

غالباً گوبلز نے کہا تھا کہ جھوٹ اتنی کثرت سے بولو کہ سچ کا گمان ہونے لگے تو پاکستان کی مخالفت کرنے والوں نے گوبلز کا یہ قول اپناتے ہوئے جھوٹ سے وہ تاریخ گھڑی اور تصانیف میں وہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا کہ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے قیام پاکستان کے لئے کوشش کی اور انہیں کی کوششوں سے پاکستان وجود میں آیا۔ بہر کیف سچائی ایک اٹل حقیقت ہے جس کتنا ہے دبیز پردوں میں چھپا دیا جائے ایک نہ ایک دن حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

واقعوں کی خاصی تعداد کے پیشر نظر یہ خیال دل میں پیوست ہوا کہ ان کو کتابچے یا رسالہ کی شکل میں مرتب کردی جائے ۔تاکہ عوام الناس کو یہ معلوم ہو کہ جو لوگ تحریک پاکستان کے کٹر مخالف تھے وہ پاکستان کی بساط سیاست پر کس طرح چھائے ہوئے ہیں۔ ہم نے تمام واقعات بلا تبصرہ بیان کئے ہیں۔اور جہاں جہاں اخباری حوالا جات جن کالم نگاروں کے دیئے ہیں۔ ان لوگوں کا رشتہ بھی کسی نہ کسی شکل میں انہیں لوگوں سے جا ملتا ہے سوائے ایک دو کے۔اور یہ حوالے صرف مناسبت کے لحاظ سے دیئے گئے

ہیں ورنہ ان کے کالموں پر کلام ہو سکتا ہے۔ صرف یہ بتانے کیلئے اصل حقیقت ہے کیا؟ عام قاری خود ہی اندازہ لگا سکتا ہے ان کا ماضی پاکستان کے حوالے سے کتنا بھیانک ہے۔ ایک اور بات یہ کہ ان حوالوں کے درج کرنے میں ہم نے کچھ ادنیٰ سا تصرف بھی کیا ہے وہ یہ کہ تاریخ وسن اُردو کی بجائے انگلش الفاظ جو کہ روزمرہ کے استعمال میں آتے ہیں استعمال کئے گئے ہیں تاکہ قارئین کو تاریخ وسن کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ یہ قارئین کی سہولت کے لئے یہ ادنیٰ سا تصرف کیا گیا ہے۔

یہ کام تقریباً اگست یا ستمبر 2007ء میں شروع کیا تھا۔ اس کا نام ”تحریک پاکستان کے مخالف کانگریسی علماء کا روشن پہلو“ رکھتا ہوں۔ کیونکہ پاکستان کی دشمنی میں ان کا یہ روشن پہلو کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ مگر اب یہ پاکستان کے کٹر مخالف پاکستان کے ہمدرد بن پاکستان کو کس طرح نقصان پہنچا رہے ہیں کسی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ عوام الناس کو دوست دشمن کی پہچان کرنے والی بصیرت عطا فرمائے۔ آمین

نیاز مند

ابوالعادل سید محمد عاقل ہمدانی قادری

فرمان قائداعظم

قائداعظم علیہ الرحمۃ نے اکتوبر 1939ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم (علیہ الرحمۃ) نے فرمایا:۔

"مسلمانو ! میں نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا، دولت، شہرت اور عیش و عشرت کے بہت لطف اُٹھائے، اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سر بلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی ، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں آپ سے اس کی داد اور صلے کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا ایمان ، دل اور ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے واقعی ہی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح تم مسلمانوں کی تنظیم ، اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے۔ میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبہ میں اسلام کے علم کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے"۔

(روزنامہ انقلاب، 23اکتوبر 1939ء بحوالہ روزنامہ جنگ کراچی بروز پیر 25دسمبر 2006ء)

پاکستان کے نامور محقق جناب محمد صادق قصوری لکھتے ہیں۔

تحریک پاکستان کی جنگ میں ہمیں چومکھی لڑائی لڑنا پڑی۔ انگریز اور ہندو نے تو پاکستان کی مخالفت کرنا ہی تھی کہ کیونکہ اُن کا تو خمیر ہی اسلام دشمنی ہے، لیکن ستم یہ ہے کہ بعض مسلمان کہلوانے والوں نے اُن سے بھی بڑھ کر اسلام دشمنی اور ملت فروشی کا شرمناک مظاہرہ کیا۔ چنانچہ ان نام نہاد مسلمان علماء نے گاندھی کی لنگوٹی تھام کر ہندو کانگریس کے سنہری سکوں کے عوض "دو قومی نظریئے"، "قیام پاکستان" اور "مسلم لیگ" کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی اُس کا ذکر کرنے سے سینہ شق ہوتا ہے، آنکھوں سے اشک رواں ہوتے ہیں کہ کہاں یہ جبہ ودستار پوش علماء اور کہاں ہندوؤں کی ہمنوائی۔ زبان سے یہ لوگ قال اللہ کی صدائیں بلند کرتے تھے، مگر اُن کے دل کانگریس کے روپے پیسے سے سیاہ ہوچکے تھے۔ یہ لوگ قائداعظم کو کافر، فاسق وفاجر، ابوجہل اور مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت کہتے تھے۔

(تحریک پاکستان اور علماء کرام، صفحہ 27-28)

جناب محمد صادق قصوری مزید لکھتے ہیں۔

مخالفین پاکستان نے پاکستان بننے کے بعد بھی اپنے نظریئے کو تبدیل نہ کیا اور پوری ڈھٹائی سے اس پر قائم رہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جس پاکستان کو وہ پلیدستان کہتے رہے، آخر کار اسی پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ مگر افسوس کہ ان کے ذہن پھر بھی درست نہ ہوئے۔ 2/اگست 1951ء کو باغ بیرون موچی دروازہ

لاہور میں تقریر کرتے ہوئے مشہور احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری(1891ء-1961ء) نے مجلس احرار کے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے پاکستان کی مخالفت کی۔ لیکن جو کچھ کیا اور جو کچھ صحیح سمجھا وہی کچھ کیا۔ ہمارا ضمیر اُس وقت بھی مطمئن تھا اور آج بھی شرمندہ نہیں ہے"۔

(تحریک پاکستان اور علماء کرام، صفحہ 284-285)

☆(تحریک پاکستان اور علمائے حق، صفحہ 9)

پیر غلام صدیق احمد نقشبندی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"یہ امر قابل ذکر ہے کہ جہاں ایک طرف علماء اہلسنت علماء و مشائخ کا مقدس گروہ تحریک پاکستان اور نظریۂ پاکستان کی حمایت میں سر گرم عمل تھا وہاں فضل و فیضی کا حاشیہ بردار، گاندھی کا پیروکار اور مفادپرست دیوبندی علماء کا ایک ایسا طبقہ بھی تھا جس نے مسلم لیگ اور قائدا عظم کے خلاف شرک و بدعت کی توپیں داغتے ہوئے مسجد و منبر کی تکریم و تحریم کو گاندھی کے پاؤں میں روند ڈالا اور تحریک پاکستان کی مخالفت شروع کر دی۔ بلکہ آج بھی ان کے پیروکار اور مخالفین تحریک پاکستان علی الاعلان کہتے پھرتے ہیں کہ :۔

"شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہ تھے"۔

(ہفت روزہ احوال، کراچی، 15 تا 21 مارچ 1990ء، صفحہ 26)

مولانا ضیاء الحامدین نقشبندی مجددی لکھتے ہیں۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد وہ تمام عناصر جو نظریۂ پاکستان کے سخت مخالف تھے ایک سیلاب کی طرح امنڈ کر پاکستان میں آ پہنچے اور پاکستان کے خلاف

خفیہ سازشوں میں مصرف ہوگئے اور فضائے پاکستان ان کی شر انگیزیوں اور ہوس ناکیوں سے زہر آلود ہوگئی اور ابتک یہ تخریبی عناصر اس مملکت میں اپنی مخالفانہ اور معاندانہ سرگرمیوں میں مصرف ہیں۔

(پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 3)

مولانا ضیاء الحامدین نقشبندی مجددی مزید لکھتے ہیں۔

ہم سمجھتے تھے کہ شاید پاکستان بن جانے کے 22 (موجودہ 60) سال بعد ان لوگوں نے اپنی ذہنیت کو بدل لیا ہوگا اور بھارت کے مسلمانوں پر ہندوؤں کے وحشتناک مظالم دیکھ کر اپنی سابقہ غلطی کا اعتراف کر لیا ہوگا اور یہ بات ان پر عیاں ہوگئی ہوگی کہ حسین احمد صاحب مدنی اور ابوالکلام آزاد کی سیاست بری طرح ناکام ہوئی ہے، وہ بہر حال غلطی پر تھے، لیکن رسّی جل گئی بل نہیں گئے کے مصداق ان لوگوں کی ذہنیت اب بھی نہیں بدلی ہے، یہ لوگ آج بھی قائدِ اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے مقابلہ میں حسین احمد مدنی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ کی سیاسی برتری ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

(پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 16)

مولانا ضیاء الحامدین نقشبندی مجددی اور مزید لکھتے ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں سلطنت مغلیہ کے شہنشاہ اکبر نے اپنے عہد میں اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے متحدہ قومیت کی بنیاد رکھی جس کے خلاف امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کیا اور بفضلہٖ تعالیٰ جہانگیری عہد میں متحدہ قومیت کے صنم کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا، ہندوستان کے انگریزی دورِ غلامی میں متحدہ قومیت کے مردہ کو گاندھی نے پھر زندہ کیا جس پر ابوالفضل اور فیضی جیسے دین فروش علماءِ سُو

ایمان لے آئے، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ابوالفضل اور فیضی نے شہنشاہ اکبر کے "دین الٰہی" کی حمایت میں قرآن و حدیث میں تحریفیں کی تھیں اور دنیوی مفاد کے حصول کی خاطر ناموسِ رسالت کو قربان کر دیا اسی طرح گاندھی کی متحدہ قومیت کی حمایت میں مولانا حسین احمد مدنی ، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء قرآن و حدیث کو غلط معنیٰ پہنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سر توڑ کوششیں کرتے رہے ہیں، اور گاندھی و نہرو کی قیادت میں لادینی نظام کے قیام کے لئے کوشاں رہے، لیکن بفضلہٖ تعالےٰ بر صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے قائدِاعظمؒ کی قیادت میں متحدہ قومیت کے فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پاکستان بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

(پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 10-11)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

ہماری صفوں میں دشمن کے آدمی کام کر رہے ہیں جو طرح طرح سے ہمارے دل کو میلا کرتے ہیں، ہم کو ایک دوسرے سے نفرت سکھاتے ہیں اور اپنا کام بناتے ہیں۔ پس منظر میں رہتے ہیں، سامنے نہیں آتے۔ اس نفرت سے وہ اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور استعمال ہم کو کرتے ہیں۔ جب حالت بگڑ جاتی ہے، کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ مشرقی پاکستان کا حادثہ ہمارے سامنے ہے۔ تاریخ کے حادثات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے، وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو تاریخ کو فراموش نہیں کرتیں ہم کو بھی ماضی سے آگاہ رہنا چاہئے تاکہ مستقبل کی تعمیر ممکن ہو۔ دشمن اپنے دشمن سے کئی محاذوں پر جنگ کرتا ہے۔ دورِ جدید میں سب سے اہم محاذ فکری محاذ ہے یعنی دشمن اپنے دشمن کو رعایا کے

ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے اس کی قوم اور ملک پر قبضہ جماتا یا دوسرے دشمنوں کے لئے راہ ہموار کرتا ہے ۔ غور کریں ہم وہی ہیں جن کے اسلاف اسلام پر مرتے تھے، ہم وہ ہی ہیں جن کے اکابر نے اپنی قوت ایمانی سے ایک ملک پاکستان بنایا، اس کو آباد کیا اور اپنے خون جگر سے اس کو سینچا۔ پھر اچانک کیا ہو گیا کہ ہم میں ایسے لوگ پیدا ہونے لگے جو اسلام کے شیدائی نہیں، جو اپنے اسلاف کے کارناموں پر پانی پھیرنے کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ باتیں انہوں نے اپنے بزرگوں سے نہیں سیکھیں بلکہ ملک و دین کے بدخواہوں نے ان کو یہ باتیں سکھائی ہیں۔ اب ان کو یہ سوچنا چاہئے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

سب کو معلوم ہے کہ یہ نظریاتی ملک ہے اس کا قیام اسلام سے سچی محبت اور اپنے ان اکابر کے کارناموں کو یاد رکھنے میں ہے جنہوں نے اس کو بنایا۔ اصل میں یہ اس ملک کی بنیادیں ہیں، عمارت کو ڈھانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کی بنیادوں کو کھو کھلا کر دیا جائے تو سوچنے کی بات ہے جو ہمارے ملک کی بنیادوں کو کھو کھلا کرے وہ ہمارا دوست ہے یا دشمن؟ اس کا جواب ہر عقل والا دے سکتا ہے۔ دشمن اپنے مقصد برآوری کے لئے کئی حربے استعمال کرتا ہے۔ اہم حربہ یہ ہے کہ پاکستان کے نظریہ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائے اور معمار پاکستان قائداعظم محمد علی جناح (رحمۃ اللہ علیہ) کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے۔ کہنے والوں نے یہاں تک کہا "پاکستان بنا کر ہم کو پریشانیوں میں مبتلا کر دیا۔ نہ پاکستان بنتا نہ یہ آپس کے لڑائی جھگڑے ہوتے۔ اس کا جواب تو یہی ہو سکتا ہے کہ ایک باپ نے اپنی اولاد کے لئے باغ لگایا پھر وہ اولاد باغ کے پھلوں کی تقسیم پر آپس میں لڑنے لگی تو کہنے والا یہ تو نہیں کہتا کہ شکر کرو کہ یہ باغ تم کو ملا، یہ پھل تم کو ملے اس باغ کی حفاظت کرو بلکہ یہ کہتا ہے کہ باپ نے بُرا کام کیا اگر وہ یہ

باغ چھوڑ کر نہ جاتا تو اولاد کاہے کو یوں لڑتی۔ میرے خیال میں کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا۔ اصل میں قوم میں مایوسی اور احساس محرومی پھیلا کر دشمن اپنے مفادات کی تکمیل چاہتاہے۔ میرے نزدیک قائداعظم (رحمۃاللہ علیہ) کی عظمت اس میں ہے کہ انہوں نے ہندوستانیوں کے عظیم سیاسی وروحانی پیشوا مسٹر گاندھی کو شکست دی، متحدہ ہندوستان کے ان کے منصوبے کو خاک میں ملایا اور صفحہ عالم پر پاکستان کو نمودار کیا اب مسٹر گاندھی کی عظمت کی جتنی باتیں کی جائیں قائداعظم خود بخود عظیم ہوتے جائے گے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ دشمن نظریہ پاکستان کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس طرح قائداعظم محمد علی جناح (رحمۃاللہ علیہ) سے قوم کو بدظن کر کے اپنے عزائم کی تکمیل چاہتاہے۔

(دو قومی نظریہ اور پاکستان، صفحہ 13-14)

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری لکھتے ہیں۔

اصل حقائق کو مسخ کرنا یہ تاریخ کا المیہ ہے۔۔۔ یہ تاریخ نگاری کا المیہ ہے۔۔۔یہ اسلاف سے بے وفائی اور آنے والی نسلوں سے دھوکہ ہے یہ بغاوت نہیں تو اور کیاہے۔۔۔شاہراہ پاکستان کہ جس پر تحریک پاکستان چلی اور 1947ء میں پاکستان کا قیام ممکن ہوا کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو امام احمد رضا خاں اور ان کے خلفاء وتلامذہ اور معتقدین کے گہرے نقوش جابجا نظر آتے ہیں۔افسوکہ آج تاریک جس انداز میں پیش کی جارہی ہے اس میں تعصب کا عنصر زیادہ ہے۔اس کا اعتراف ادارۂ تحقیق تاریخ وثقافت پاکستان کے اسلام آباد کے ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر اسلم سید نے بھی 1994ء میں اسلام آباد میں اسپیکر قومی اسمبلی کی زیر صدارت منعقدہ ہونے والی علمی محفل میں برملا فرمایا۔

(ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، فروری 2002، صفحہ 20)

روزنامہ نوائے وقت لاہور کے اداریہ میں ہے۔

بھارت میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن نے بانئ پاکستان بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے ان کے سیکولر ہونے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہماری نظر میں وہ مسلمان بھی نہیں تھے، وہ نہ تو نماز پڑھتے تھے، نہ ہی روزہ رکھتے تھے۔ انہوں نے ہندوستان کو تقسیم کرایا، جب کہ دارالعلوم دیوبند نے ہمیشہ ملک کی تقسیم کی مخالفت کی۔

کانگریسی ہندوؤں کی جوتیوں میں بیٹھنے والے اور ان کے دستر خوان کا پس خوردہ کھانے والے دیوبندی مہتمم نے باءئ پاکستان کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی ہے، اس سے قبل اسی دارالعلوم کے دیگر سرکردہ علماء جن میں مولانا حسین احمد مدنی شامل ہیں، کا بھی یہی وطیرہ رہا ہے۔ یہ لوگ قائداعظم کا ساتھ دینے کے بجائے گاندھی، نہرو، سردار پٹیل اور ماسٹر تاراسنگھ کے ساتھ کانگرس میں شامل ہندوؤں اور سکھوؤں کے ممدومددگار ہے۔

شاید یہ علمائے کرام انتہا پسند ہندو قائدین کو قائداعظم سے بہتر "مسلمان" سمجھتے ہوں گے، حالانکہ دیوبندی مکتبۂ فکر کے بعض جید علماء مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے دیگر مکاتب فکر کے جید علمائے کرام اور پیران عظام کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ قائداعظم نے دس کروڑ مسلمانوں کو انگریز کی غلامی کے بعد ہندو کی غلامی میں جانے سے بچایا اور مسلمانوں کا ایک علیحدہ وطن پاکستان بنا کر دنیا کا نقشہ تبدیل کر دیا اور تاریخ میں مسلمانوں کی جدوجہد کا ایک نیا باب تشکیل دیا۔

علمائے دیوبند نے مولانا شبیر احمد عثمانی اور ان کے دیگر ساتھیوں کو (قیام پاکستان کی حمایت کی وجہ سے) نہایت حقارت سے اپنی صفوں سے نکال دیا مگر انہیں

پاکستان کے کروڑوں عوام نے اپنی پلکوں پر بٹھایا اور ان کے ہی صدقہ میں دیوبندی مکتبہ فکر ے علماء کی پاکستان میں سیاست بازی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی اور آج دیوبند فکر کے فرزند مولانا فضل الرحمٰن، پاکستان کے دو صوبوں میں حکمران اور پارلیمنٹ میں حزب اختلاف کے لیڈر ہیں۔ان کے والد گرامی مولانا مفتی محمود بھی ایک بار یہ فرما چکے ہیں کہ وہ خود اور ان کے اکابر پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے۔انہوں نے پشاور میں چند برس قبل دیوبند کانفرس بھی کرائی جس میں بھارت سے علمائے کرام بھی وہاں تشریف لائے۔اہل پاکستان کی اس فراخ دلی کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ کانگرس کے وظیفہ خوار مولوی جب چاہے مسلمانوں کے ایک ایسے عظیم المرتبت رہنما جس نے کروڑوں مسلمانوں کو آزادی اور خود مختاری کے اعزاز سے سرفراز کیا، کی عزت آبرو اور کردار پر حملہ آور ہو جائیں۔ مسلمانوں کی آزادی کی مخالفت کرنے والے اور کانگرس کے ان وظیفہ خواروں کو اب تک 1946ء کی شکست نہیں بھولی اور جب بھی موقع ملتا ہے یہ قائد اعظم اور تحریک پاکستان پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ مگر پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت میں رہنے والے مسلمان اس بات پر حیران ہیں کہ بھارت میں احمد آباد، گجرات، گودھرا اور ممبئ میں جب بھی مسلمانوں کے گھر جلائے جاتے ہیں، انہیں زندہ آگ میں پھینکا جاتا ہے یا مقبوضہ کشمیر میں نہتے مظلوم کشمیریوں کو روزانہ شہید کی جاتا ہے تو ہندو کے تنخواہ دار یہ مولوی مجرمانہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی صدائے احتجاج بلند نہیں کرتے، جو علمائے حق کا شیوہ نہیں۔انہوں نے کبھی مسلمانوں کی حمایت اور مسلمانوں پر ظلم کرنے والے ہندوؤں اور سکھوں کی مخالفت نہیں کی۔ یہ لوگ محض مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے انہیں مزید فرقوں اور سیاسی گرہوں میں تقسیم میں لگے ہوئے ہیں، تاکہ مسلمان، ہندو کے مقابلے میں کمزورتر ہو جائیں۔پاکستان میں علمائے کرام، بالخصوص

دیوبندی مکتب فکر کو اس ہرزہ سرائی کا نوٹس لینا چاہیے اور اس سے اظہار برأت کرنا چاہئے تاکہ یہ تاثر پختہ نہ ہو کہ جمعیت علمائے ہند سے وابستہ علماء، پاکستان اور بانیٔ پاکستان سے واقعی بغض رکھتے ہیں

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 29 اگست 2005ء۔ادارتی نوٹ) بحوالہ (ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، دسمبر 2005ء صفحہ 10)

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری لکھتے ہیں۔

مہتمم دیوبند کے اس اخباری بیان نے پاکستان کے دیوبندی علماء کی ان تمام نام نہاد تحقیقات پر پانی پھیر دیا اور ان کی ان تمام نگارشات اور دعووں کی نفی کردی کہ جس میں انہوں نے نہایت شدّ ومد کے ساتھ واضح تاریخی حقائق کے خلاف یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کی مملکت خداداد کا قیام دراصل علمائے دیوبند کا کارنامہ ہے۔ اپنی مرضی کی تاریخ سازی کی یہ مہم انہوں نے قیام پاکستان کے فوراً بعد ہی سے شروع کر رکھی تھی۔

(ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، دسمبر 2005ء صفحہ 6)

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مزید لکھتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب ان دیوبندی علماء کو یہ محسوس ہوگیا کہ اب پاکستان کا قیام ضروری اور یقینی ہے تو ذاتی اور گروہی مفاد کے حصول کے لئے ان کے محض چند علماء نے سیاست کھیلی اور دنیا اور خصوصاً مسلم لیگی قیادت کو یہ باور کرانے کے لئے کہ ہم پاکستان کے سچے حمایتی ہیں، اپنے مادر علمی سے بغاوت کا شوشہ چھوڑا اور مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کر ڈالا۔

(ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، دسمبر 2005ء صفحہ 7)

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اور مزید لکھتے ہیں۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دیوبندی علماء و اسکالرز اپنے عظیم عالم اشرف علی تھانوی صاحب کے بابائے قوم کے نام لکھے گئے جس خط کو علمائے دیوبند کی تحریک پاکستان میں مثبت کردار کے ثبوت کے لئے بطور سند استعمال کرتے چلے آئے ہیں وہ بھی انہیں کے ایک محقق جناب پروفیسر محمد شمیم غازی تھانوی، مقیم کراچی، کی تحقیق کے مطابق قطعی جعلی ہے۔ موصوف کی تحقیق کے مطابق اس کا خط (تحریر)، اسلوب تحریر، دستخط، قلم جس سے یہ خط لکھا گیا، سیاہی جو قلم میں استعمال کی گئی سب کی سب Fake (بناوٹی) ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بابائے قوم، مسلم لیگ اور اس وقت کے ارباب بست وکشاد اور سب بڑھ کر یہ کہ مستقبل کے مؤرخ کو دھوکہ دینے کی ایک قابل نفریں حرکت تھی۔ پھر مسند نشینِ سجادۂ تبلیغ وارشاد اور صاحبان جبہ و دستار سے اس کا صدور! ایک ناقابلِ یقین امر ہے، لیکن کیا کیجئے کہ اپنوں ہی نے پردہ دری کی ہے اور حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ بھی نہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اخبار روزنامہ جنگ، کراچی، مورخہ 24 اپریل 2005ء، کالم ''روزنِ دیوار سے''، کالم نگار عطاء الحق قاسمی)

(ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی، دسمبر 2005، صفحہ 9)

پاکستان کے شہرۂ آفاق مؤرخ پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بھی تاریخ میں جب تعصب کا عنصر محسوس کیا تو ان سے رہا نہ گیا اور برملا فرمایا:۔

''اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تاریخ میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب یک طرفہ ہے''۔

(ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی، فروری 2002ء صفحہ 20)

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے جب کہا کہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" (اخبار مدینہ بجنور، 21 فروری 1938ء) تو علامہ (اقبال) تڑپ کر رہ گئے اور فرمایا:۔

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است!
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است!
چہ بے خبر زمقام محمد عربی است!
مصطفٰے برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست

(کلیات اقبال، اردو، صفحہ 691، مطبوعہ لاہور)☆ (تحریک پاکستان اور علماء کرام، صفحہ 93)☆
(حاشیہ قائدِ اعظم کا مسلک، صفحہ 255)☆(حاشیہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، صفحہ 69)

مولوی حسین احمد دیوبندی گاندھوی کانگریسی نے کہا۔

"موجودہ زمانہ میں قومیں مذہب اور رنگت سے نہیں بنتیں بلکہ اوطان سے بنتی ہیں"۔

مولوی حسین احمد دیوبندی گاندھوی کانگریسی کی یہ تقریر اخباروں میں اس طرح چھپی۔

"آج قومیں مذہب اور رنگت سے نہیں بنتیں بلکہ دیش اور ملک سے بنتی ہیں"۔

(روزنامہ تیج دہلی، 10 جنوری 1938ء، بحوالہ دیوبندی مذہب، صفحہ 537)

مولوی حسین احمد نے جب اپنے پیشوا گاندھی کی نمک حلالی میں قائدِ اعظم کو کافرِ اعظم کہہ ڈالا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

"مولانا حسین احمد صاحب نے (اکتوبر 1945ء میں ایک فتوے میں) مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا۔ اور قائداعظم کو کافراعظم کا لقب دیا"۔ (خطبۂ صدارت، 48، مولانا شبیر احمد عثمانی) ☆ (پیغام بنام موتمر کل ہند جمعیت علماء اسلام، کلکتہ، طبع ہاشمی بک ڈپو لاہور، صفحہ 48) (نوٹ:۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ "خطبات عثمانی" طبع نذر سنز لاہور 1972ء میں صفحہ 82 پر قائداعظم کو "کافراعظم" کا خطاب دینے کا ذکر کرتے ہوئے مولوی حسین احمد کا نام حذف کر کے اس کی جگہ "ایک جلیل القدر عالم" لکھ دیا گیا ہے)

(دیوبندی مذہب، صفحہ 150،325) ☆ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 60)

حامیان "امیر شریعت" دیوبند کا یہ ارشاد تھا کہ محمد علی جناح کافراعظم ہے۔

"یہ کافراعظم ہے یا قائداعظم"

(حیات محمد علی، رئیس احمد جعفری) ☆ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 273)

☆ (دیوبندی مذہب، صفحہ 79) ☆ (وہابی مذہب، صفحہ 393)

☆ (تحریک پاکستان اور علمائے حق، صفحہ 9)

چودھری صاحب لکھتے ہیں۔

"مسٹر جناح آج تک کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہوا لیکن پھر بھی مسلمانوں کا قائداعظم ہے"۔

(تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء، صفحہ 884) ☆ (قائداعظم کا مسلک، صفحہ 53)

اب یہاں مختصراً قائداعظم رحمۃاللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔ جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ قائداعظم نے اپنا ایمان نہ ہندوؤں کے پاس گروی رکھا

نہ انگریزوں کے پاس۔ جس طرح کانگریسی علماء زبان سے تو اسلام کا نعرہ لگاتے تھے مگر ساتھ ہنود کا دیتے تھے۔

قائدا عظم اصول کے پکے ،سچے اور کھرے مسلمان تھے۔ جب کانگریسی علماء گاندھی کے ہاتھوں بک رہے تھے قائدا عظم رحمۃاللہ علیہ ایک مرد آہن مسلمان کی طرح اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور چند ٹکوں کی خاطر اپنے ضمیر کا سودا نہیں کیا۔اور یوں پاکستان کا خواب پایہ تکمیل کو پہنچایا۔

مشہور محقق سید صابر حسین بخاری لکھتے ہیں۔

قائدا عظم علیہ الرحمۃ نے "قرآن ، قرآن، قرآن" کی آواز کو اتنا بلند کیا اور بار بار دہرایا کہ پاکستان کے کٹر مخالفین کو بھی اس میں کوئی شک و شبہ نہ رہا۔ چنانچہ یکم نومبر 1941ء کو لدھیانہ میں "اکھنڈ بھارت کانفرس" کے صدر بھارتی لیڈر مسٹر منشی کو بھی کہنا پڑا:۔

"تمہیں کچھ معلوم ہے کہ پاکستان ہے کیا؟۔۔۔ نہیں معلوم تو سن لو کہ پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ ملک کے ایک یا ایک سے زیادہ علاقوں میں اپنے لیے ایسے وطن بنائیں جہاں زندگی اور طرز حکومت قرآنی اصولوں کے ڈھانچے میں ڈھل سکے"۔"ٹریبون" 20 نومبر 1941 (مجلّہ "عزم نو" شکر گڑھ ، "قرآن پاک نمبر" 96۔1995ء، صفحہ 808)

(قائدا عظم کا مسلک، صفحہ 140)

ڈاکٹر صفدر محمود صاحب لکھتے ہیں۔

19اگست1941ء کو قائدا عظمؒ نے نواب بہادر یار جنگ کی موجودگی میں نوجوانوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:۔

جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور قوم کے محاورہ کے مطابق میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی نسبتوں اور رابطے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں ہے۔ میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے البتہ میں نے قرآن مجید اور اسلامی قوانین کے مطالعہ کی اپنے تئیں کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب میں اسلامی زندگی سے متعلق ہدایات کے باب میں زندگی کا روحانی پہلو، معاشرت، سیاست، معیشت، غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو قرآن مجید کی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔ قرآن کی اصولی ہدایات اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے ہی بہترین نہیں بلکہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کے لیے بھی سلوک اور آئینی حقوق کا اس سے بہتر تصور ممکن نہیں۔ (بحوالہ گفتار قائد اعظم"، مرتبہ احمد سعید، صفحہ 261)

(روزنامہ جنگ کراچی بروز پیر 25 دسمبر 2006ء)

ڈاکٹر صفدر محمود صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"دراصل اس وقت مسلمانان ہند و پاکستان نہایت نازک اور فیصلہ کن دور سے گزر رہے تھے اور ان کی قومی زندگی کا ایک ایک لمحہ جدوجہد سے عبارت تھا۔ قائد اعظمؒ دن رات مسلمانوں کو منظّم کرنے اور انہیں منزل کی راہ دکھانے میں مصروف تھے۔ اس ہنگامہ خیز سیاسی زندگی میں ان کی تقاریر عام طور پر ہندوستانی سیاست کے محور کے گرد گھومتی تھیں اور وہ کانگریسی سیاست کی نت نئی چالوں کا توڑ کرنے اور جواب دینے میں مصروف رہتے تھے اس لیے ایسے مواقع کبھی کبھار ہی آتے تھے کہ وہ اپنی قلبی اور باطنی کیفیات کا اظہار کر سکتے اور سیاست سے ہٹ کر بھی گفتگو کرتے"۔

(روزنامہ جنگ کراچی بروز پیر 25 دسمبر 2006ء)

مشہور محقق سید صابر حسین بخاری لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ مسٹر گاندھی نے آپ (قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں عرض کی کہ "آپ یہ تو بتائیے کہ پاکستان آپ کیوں مانگتے ہیں؟"۔۔۔ جس کے جواب میں حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا:۔

"ہمارا مذہب علیحدہ ، کلچر علیحدہ، دین و سیاست علیحدہ اور کتاب علیحدہ ہے۔۔۔اس لیے ہم ایک علیحدہ ریاست چاہتے ہیں جس میں مسلمان اپنی معاشرت تمدن اور اسلامی قانون کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور اسلامی روایات کو زندہ رکھ سکیں"۔

مزید فرمایا:۔

جب پنڈت جواہر لال نہرو نے الٰہ آباد کے اجلاس میں یہ اعلان کیا تھا کہ "ہمارا مذہب کوئی چیز نہیں۔اس لیے مذہب چھوڑ کر ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاؤ"۔۔۔ تو اس کے جواب میں حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ نے پنڈت جواہر لال نہرو کو دعوت دی تھی کہ:۔

"آؤ اور مذہب اسلام کا مطالعہ کرو جو ایک جامع اور مکمل مذہب ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال سے ایسے زریں اصولوں پر قائم ہے جن میں کوئی ردوبدل نہیں ہو سکا، جو شخص بھی اسلامی اصولوں پر کاربند ہو گا وہ شاہراہ ترقی میں کسی قوم سے پیچھے نہیں رہ سکے گا۔"

(پندرہ روزہ "الحسن" پشاور،16جون تا جولائی 1998ء، عید میلاد نمبر) بحوالہ (قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 203)

مشہور محقق سید صابر حسین بخاری لکھتے ہیں۔

قائد اعظم علیہ الرحمۃ نے کبھی بھی کانگریسی لیڈر گاندھی کو "مہاتما" کہہ کر مخاطب نہیں کیا لیکن مسلمان کہلانے والے کئی کانگریسی علماء گاندھی کو "مہاتما" کہہ کر

پکار رہے تھے۔ پھر ان کی تقلید میں بعض کم علم یا کم فہم بھی گاندھی کو "مہاتما" (اس کے معنی "روح اعظم" جو خاص لقب سیدنا جبرائیل (علیہ السلام ہے) کہتے اور لکھتے ہیں۔

(قائداعظم کا مسلک، صفحہ 358)

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث ، جمعیت العلماء ہند کے صدر جناب مولوی حسین احمد مدنی کانگریسی اپنے ایک قلمی دستخط شدہ فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

"ہم نے جہاں تک چھان بین کی پاکستان کا مطالبہ برطانوی خواہشوں اور اونکی دسیسہ کاریوں کے مطابق ہے۔۔۔ہماری سمجھ میں ابتک یہ مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہے اور بالخصوص اون مسلمان لوگوں کو جو کہ اقلیت والے صوبوں یوپی بہار مدراس برار بمبئی راجپوتانہ مالوہ وغیرہ میں رہتے ہیں مزید مشکلات کا سامنا ہو جائے گا جن کے لئے مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ مین تم اقلیت والوں کو اکثریت والوں پر قربان کرتے ہوئے تمہاری نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہوں۔واللہ اعلم (دستخط ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ 23ذی قعدہ 64ھ" (قلمی فتویٰ حسین احمد مدنی مورخہ 23 ذی قعدہ 1364ھ (نومبر 1945ء)

(پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 57-58)

جناب رئیس احمد جعفری اپنی کتاب "آزادی ہند" میں لکھتے ہیں۔

مولانا (آزاد) کو اپنے جس کارنامہ پر فخر ہے، جس کی داد "نیشنل ہیرالڈ" اور دوسرے کانگرسی اخبارات نے دی، اس کا فخر "نظام حیدآباد" کو بھی تھا، جب اس نے انگریزوں کا ساتھ دے کر "ٹیپو سلطان" کی حکومت ختم کرائی تھی۔ "حکیم احسن اللہ خاں" کو اور "میر رجب علی" اور "مرزاالٰہی بخش" کو بھی تھا، جنہوں نے بہادر شاہ ظفر

کی حکومت ختم کرائی۔ "علی نقی" کو بھی تھا، جس نے "واجد علی شاہ" کا تختہ ڈبویا۔ حیرت ہے کہ قائدِ اعظمؒ اور مسلم لیگ کے خلاف مولانا آزاد اتنے آگے جا پہنچے کہ وہ یہ سب کچھ کرنے پر تیار ہوگئے؟ انہوں نے ذرا نہ سوچا کہ ملت اسلامیہ تو ممکن ہے انہیں معاف کر دے لیکن تاریخ جس سے ہمیشہ سہمے رہتے تھے کبھی معاف نہیں کرے گی"۔

(تحریک پاکستان اور علماء کرام، صفحہ 480)

مولانا ابوالکلام آزاد جمعیۃ علماء ہند کے سرخیل تھے، انھوں نے گاندھی ازم کی کس طریق سے حمایت کی، اور تحریک پاکستان کی کس انداز سے مخالفت کی، ان کے بیانات شہادت کے لئے کافی ہیں۔ مولانا آزاد گاندھی کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں کہ:۔

"مسٹر گاندھی نے (جنگ آزادی) میں اپنی جان اور مال دونوں کو لٹا دیا، پس وہ فی الحقیقت "مجاہد فی سبیل اللہ" اور **بانفسہٖ وباموالھم** کے ہر دو مراحلِ جہادِ مقدس سے گزر چکے ہیں۔ یہ (مسٹر گاندھی) حق و عدالت کا عجیب سپہ سالار ہے"۔

(مضامین مولانا آزاد، صفحہ 19 بحوالہ الداعی شوال 1357ھ، صفحہ 11) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 23)

مولانا ابوالکلام آزاد پاکستان کے سلسلے میں رقمطراز ہیں کہ:۔

"میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے باقی ناپاک، پاک اور ناپاک کی بنیاد پر کسی قطعۂ ارض کی تقسیم غیر اسلامی

اور روح اسلام کے بالکل منافی ہے، اسلام اِس طرح کی کوئی تقسیم قبول نہیں کرتا"۔

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، صفحہ 761 بحوالہ پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 23)

جناب ڈاکٹر صفدر محمود صاحب لکھتے ہیں۔

"مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے خفیہ صفحات میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ پاکستان 25 برس بعد ٹوٹ جائے گا اور مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے الگ ہو جائے گا"۔

اس کے بعد آگے جا کر لکھتے ہیں۔

"کہنے کا مقصد یہ تھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اول تو کہیں بھی پچیس سال کے اندر اندر پاکستان کے ٹوٹنے کی پیشنگوئی نہیں کی تھی دوم انہوں نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا ان سے نہ ہی صرف پاکستانی قیادت اچھی طرح آگاہ تھی بلکہ غیر ملکی مصنفین بھی مشرقی پاکستان کے حوالے سے انہی خطرات اور امکانات کا اظہار کرتے تھے"۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز بدھ، 8 /اگست 2007ء)

دیوبندیوں کے مولوی اقبال سہیل نے گاندھی کی شان میں بھی شعر لکھے ہیں۔ جس میں اُس کو بقائے دوام اور منصبِ شہداء کا مالک گردانا ہے چنانچہ لکھتا ہے۔

تیری شان کون گھٹا سکے !
اُسے خود خدا نے بڑھا دیا
کہ تجھے بقائے دوام دی
تجھے منصب شہداء دیا

(ماہنامہ فاران کراچی، صفحہ 53 نومبر 1953ء)، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 333-334)

گاندھی کی شان میں ایک شاعر طاہر مرادآبادیوں گویا ہوتے ہیں۔

غریب قوم کے مردہ بدن میں جان ڈالی ہے
لگائے اپ نے ٹھوکر مہاتما گاندھی
ہمیں امید ہے ہم کامیاب ہوں گے ضرور
کہ ہیں ہماری مدد پر مہاتما گاندھی

(سالنامہ "معارف رضا"، کراچی،2004ء، صفحہ 144)

حامد علی خاں.برادر ظفر علی خاں یوں مداح سرا ہوتے ہیں۔

وہ مرتبہ گاندھی کو ملا خدمتِ دیں سے
مسلم کو بھی ہے رشک کہ کافر نہ ہوا تھا

(سالنامہ "معارف رضا"، کراچی،2004ء، صفحہ 145)

گاندھی کو جامع مسجد شیخ خیر الدین امرتسر کے منبر پر بٹھا کر یوں دعا کی گئی:۔

"اے اللہ ! تو گاندھی کے ذریعے اسلام کی مدد فرمایا"۔

(سالنامہ "معارف رضا"، کراچی،2004ء، صفحہ 145)

بجنور میں مسلم لیگ ہار گئی اس دوران مولوی "مدنی" ٹانڈوی کے نام کانگریس کا 700 سات سو روپے کا منی آرڈر ایک مسلم لیگ کلرک نے پکڑ لیا۔جس پر مولوی ظفر علی خاں نے لکھا۔

غدّاری وطن کا صلہ سات سو فقط؟
ایمان ہی بیچنا ہے و ستا نہ کیجئے
بھرنا ہی پیٹ ہے تو طریقے ہیں اور بھی
دو روٹیوں پہ اسلام کو بیچا نہ کیجئے
شائستگی سے دیجئے گر بن سکے جواب
ورنہ ابھی سے مشق تبرا نہ کیجئے
اسلام کو نہ مفت میں بد نام کیجئے
حجرے میں جاکے بیٹھئے، آرام کیجئے

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 4 نومبر 1945ء، بحوالہ قائدِ اعظم کا مسلک، حاشیہ، صفحہ 360)

مدن موہن "مالوی" جیسے متعصب ہندو کو سینے لگانے والے کانگریسی "شیخ الاسلام" حسین احمد "مدنی" کا تعلق "ٹانڈہ" کے محلّہ "مدن پورہ" سے تھا جس پہ اسد ملتانی نے فرمایا۔

ہوا ہے مولویوں کو یہ کیا ، میرے مولا
لگا رہے ہیں جو وہ "مالوی" کو سینے سے ؟
یہ مولوی "مدنی" سے کوئی ذرا پوچھے
"مدن" سے آپ کو نسبت ہے یا مدینے سے؟

(حاشیہ قائدِ اعظم کا مسلک، صفحہ 360)

مولوی ظفر علی خان نے انہی کھدّر دھاری "مدن پوری" مولوی صاحب کے کانگریسی جذبات کی یوں عکاسی کی تھی۔

وطن جس کی رو سے ہے بنیاد ملت
میں اس شرع کی کر رہا پیروی ہوں
آہنسا کا فوارہ اچھلا ہے جس سے
میں اس زندگانی کی شان نوی ہوں
سکھاتا ہے جو ناچنا اور گانا
میں اس مدرسہ کا بڑا مولوی ہوں
کوئی قادری ہے ، کوئی سہروردی
مرا فخر یہ ہے کہ میں گاندھوی ہوں

(چمنستان، صفحہ 144، مطبوعہ لاہور)، بحوالہ قائد اعظم کا مسلک، حاشیہ، صفحہ 364)

خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی نے مولوی مدن پوری جی، مولوی حسین احمد ٹانڈوی کے لئے کہا۔

مسجد نبوی میں جو کل تک رہا گرم سجود
واردھا کے آشرم میں جھک گیا آج اس کا سر
کل تک جس کی جلالت تھی حرم کی پاسباں
آج ہے وہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کی سپر

(حاشیہ قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 364)

احراری کہتے ہیں۔

"کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو۔ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو۔ احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں۔ احرار اس کو پلید ستان سمجھتے ہیں"۔

(خطبات احرار، صفحہ 99)، بحوالہ قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 52)☆(دیوبندی مذہب، صفحہ 79 /438/346* تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء، صفحہ 884)☆(پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 27/25)

کانگریسی مجلس احرار (جس کا اب تبدیل شدہ نام مجلس تحفظ ختم نبوت ہے) تحریک ختم نبوت میں سر گرم عمل ہے اور مختلف دعاوی میں ردّ قادیانیت میں اپنی اولیت اور اولویت ثابت کرتی ہے درحقیقت 1933ء میں بنی۔ اس وقت سے انہوں نے قادیانیت کا رد شروع کیا۔ تحریک قیام پاکستان میں مجلس احرار کا کردار مورخین پر واضح ہے۔ اس جماعت نے ہندو کانگریس سے بڑھ کر نظریہ پاکستان اور قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ پاکستان بن جانے کے بعد اس کی حیثیت مسلمانوں میں جو تھی وہ سب پر عیاں ہے۔ اپنی خفت کو مٹانے اور کھویا ہوا وقار بحال کرنے کے لئے مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت کو اپنی سرگرمیوں کے لئے منتخب کیا۔ تاکہ پاکستان میں مسلمانوں کی مخالفت کا داغ ان کے چہروں سے مٹ سکے۔

(ماہنامہ معارف رضا کراچی، نومبر 2002 صفحہ 26)

دیوبندی مولوی محمد علی جالندھری نے ہی تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان کے لیے " پلید ستان" کا لفظ استعمال کیا۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 275، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 398)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں۔

موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی و شرعی تنظیم سوادِ اعظم تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

(اشرف الافادات، صفحہ 8، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 392)

دیوبندیوں کے مولوی عبدالجبار نے مسلم لیگ کے متعلق مولوی شرف علی دیوبندی کے نظریہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے کہ :۔

"مسلم لیگ جیسی بدین جماعت کی حمایت کریں"۔

(اشرف الافادات، صفحہ 18 مطبوعہ دہلی، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 392-393)

احراری لیڈر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کہتے ہیں۔

"دس ہزار جینا (جناح) جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں"۔

ایک جگہ یوں الفاظ ملتے ہیں۔

"دس ہزار جناح اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں"۔

(مختصر گچمنستان، 165، بحوالہ دیوبندی مذہب، صفحہ 79-344-437☆ پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 26☆ وہابی مذہب، صفحہ 332 ☆ تحریک پاکستان اور علمائے حق، صفحہ 9

دیوبندیوں کے مولوی اقبال سہیل نے نہرو کی شان میں جو لکھا ہے۔ اُس کا ایک شعر دیوبندیوں کے ماہر القادری اپنے ماہنامہ فاران میں درج کیا ہے۔

اخلاق کی صورتِ مجسم ایمان کا شُعلۂ منور

(فاران کراچی، نومبر 1953ء صفحہ 53، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 333)

1946ء میں ہندو اخبار روزنامہ "ملاپ" میں مولوی غلام غوث ہزاروی کا ایک بیان شائع ہوا جس میں وہ فرماتے ہیں کہ :۔

"مسلم لیگی لیڈر کافرہ لڑکیوں سے شادیاں رچا کر بھی مسلمان ہی رہتے ہیں، دراصل ان کی مسلمانی گوشت خوری کے لئے ہے"۔

(روزنامہ ملاپ، 3 فروری 1946ء بحوالہ سوادِ اعظم لاہور، بحوالہ پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 26)

قاضی مظہر حسین چکوال والے نے کہا کہ :۔

"مسلم لیگ کی بنیاد انگریز نے رکھی ہے اور یہ مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں"۔

(روزنامہ ملاپ، 3 فروری 1946ء بحوالہ بحوالہ سوادِ اعظم لاہور☆ پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 26-27)

مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی مدیر صدق لکھنؤ (جو مکتبہ دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں) لکھتے ہیں۔

"دیوبند کے علماء اور طلباء کا ایک وفد جو کانگریس کا ہم خیال ہے آجکل دریا آباد آیا ہوا ہے ۔ ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ وہ کام مسلمانوں کے اندر کرتا ہے مگر تعلقات تمام مسلمانوں سے توڑے ہوئے ہے اور قصبہ کی غیر مسلم آبادی سے جوڑے ہوئے ہیں، قیام

اُن کا دھرم شالہ میں ہے حالانکہ قصبہ میں ایک نہیں دو (۲) سرائیں مسلمانوں کی موجود ہیں۔ ان کا رہنا سہنا، کھانا پیانا، چلنا پھرنا تمام تر ہندوؤں کے ساتھ ہے"۔

(نوائے وقت، 21مارچ 1946ء/صدق لکھنؤ، 2فروری 1946ء بحوالہ پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 28)

دیوبندی مولوی محمد علی جالندھری نے 15 فروری 1953ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا کہ:۔

"احرار پاکستان کے مخالف تھے"۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 274، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 397)

اگرچہ احراری کانگریس سے الگ ہوگئے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ تقسیم ملک تک برابر کانگریس سے ساز باز کرتے ہی رہے۔ مجلسِ احرار کی مجلسِ عاملہ کا ایک اجلاس 3 مارچ 1940ء کو دہلی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی۔ جس میں پاکستان کی تجویز کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا اور بعد میں بعض احرار لیڈروں نے اپنی تقریروں میں پاکستان کو پلیدستان بھی کہا۔ 29 نومبر 1940ء کو مولانا داؤد غزنوی نے اخباروں میں ایک بیان شائع کرایا جس میں احرار کے اس فیصلے کا اعلان کیا کہ وہ اپنے آپ کو کانگریس میں جذب کر دیں گے۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 10، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 399-400)

احرار کے ایک رہنما مولوی مظہر علی اظہر نے ایک جلسہ عام (موچی دروازہ لاہور غلام غوث ہزاروی کی صدارت) میں جس کے سٹیج پر (مولوی فضل الرحمٰن کے

والد) مولانا مفتی محمود دیوبندی بھی موجود تھے۔ ایک نظم پڑھی۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

اِک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائداعظم ہے یا کافر اعظم؟

(قائداعظم کا مسلک، صفحہ 53-380) ☆ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 11/حیات محمد علی جناح ☆ دیوبندی مذہب، صفحہ 344) ☆ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 27) ☆ (وہابی مذہب، صفحہ 397)

یہ ہی احراری مولوی مظہر علی اظہر نے 19 ستمبر 1945ء کو امرتسر میں ایک بیان دیا کہ:۔

"مسلم لیگ کا نعرۂ پاکستان محض ایک سٹنٹ ہے۔ اور میں نہ مسٹر جناح کو قائداعظم مانتا ہوں نہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ تسلیم کرتا ہوں"۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 274، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 399)

مولوی مظہر علی اظہر احراری کا مولوی ظفر علی خاں نے تعارف یوں کرایا ہے۔

دیکھ لے مظہر علی اظہرؔ کو افضل حق کے ساتھ
ایک پدی، دوسرا جھاپیل سیاسیات کا
مجلس احرار کے نیفے کی رونق بن گیا
ایک پسو ، دوسرا کھٹمل سیاسیات کا

اسی پدی، اسی پسو کے متعلق ایک اور مقام پہ فرمایا کہ ۔

مولوی مظہر علی اظہؔر کی رسوائی کا داغ
ان کی ''مجلس'' کے سیہ خانے کی رونق ہوگیا اس
طرف مندر کا شور اور اس طرف مسجد کا زور
بیچ میں مظہر علی اظہؔر معلق ہو گیا
جا ملے کیا سوچ کر احرار سے ملائے غوث
سارسوں میں کس لیے شامل یہ لق لق ہوگیا

(چمنستان، صفحہ 55-56 مطبوعہ لاہور، بحوالہ حاشیہ قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 323)

مولوی مظہر علی اظہر احراری نے محمد حسین ٹین ساز کو مخاطب کر کے دھمکی دی تھی۔

ہم ہیں احرار، نہیں ہم سے اُلجھنا اچھا
تری اوقات ہی کیا ہے ابے او ٹین فروش

محمد حسین ٹین ساز نے مظہر علی اظہر احراری کا جواب یوں دیا تھا کہ :۔

میں نے مسجد نہیں بیچی کبھی تیری مانند
ابے او چندے کے بھوکے، او دین فروش

(چمنستان، صفحہ 62، مطبوعہ لاہور، بحوالہ قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 276-323)

رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں دیوبندیوں کی جماعت احرار کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

"ان کے نزدیک لیگ اسلام کہ طرف سے محض بے پرواہی نہ تھی بلکہ دشمنِ اسلام تھی۔ان کے نزدیک قائدا اعظم کافرا اعظم تھے"۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 273، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 397)

مجلس احرار کے رہنما مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی کہتے ہیں۔

ایک دفعہ پنڈت جواہر لعل نہرو (مسز اندارا گاندھی کے باپ) کے جلوس پر پتھراؤ ہوا تو احراری آپے سے باہر ہوگئے۔ مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے اس پر رد عمل ظاہر کرتے ہوئے مسلمانوں کو دھمکی دی۔

"مسلم لیگ کا موجودہ رویہ خود مسلمانوں اور تمام ملک کے لیے نقصان دہ ہے۔ اور ان کا یہ رویہ جاری رہا تو قلیل عرصہ میں اس کو جاپان، جرمنی کی طرح کچل دیا جائے گا۔ مولانا (ابوالکلام) آزاد اور پنڈت نہرو کی بے عزتی کا نتیجہ مسلم کو بھگتنا پڑے گا اور ضرور بھگتنا پڑے گا"۔

(تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء، صفحہ 660☆روزنامہ ملاپ، 5 اگست 1945ء، بحوالہ قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 52-53☆پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 27)

غیر مقلدین کے مولوی ابوالقاسم بنارسی نے کہا ہے کہ :۔

"پاکستان کا نعرہ محض ایک ڈھونگ ہے نیز یہ کہا کہ یہ وہ لفظ ہے جواب تک شرمندۂ معنٰے نہیں ہوا۔ پھر یہ کہا کہ پاکستان پیش کرنے والوں نے اب تک پاکستان کی صحیح تعریف نہیں کی۔ پھر یہ کہا کہ ہندوستان میں پاکستان کا تحقق ممکن نہیں"۔

(پیغام ہدایت، صفحہ 80، مصنفہ مولوی ابراہیم میرؔ ، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 399)

مولانا محمد اسلم مرحوم تحریک پاکستان کے زبردست ترجمان تھے۔ وہ ایک عرصہ تک سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دوسرے احراری لیڈروں سے ملتے جلتے رہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پورا ہفتہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ گزارا مگر اس پورے ہفتے میں انہوں نے ایک نماز بھی نہ پڑھی مگر ان کا لقب "امیر شریعت" تھا۔

(ماہنامہ "ترجمان رضا" لاہور جون 1999ء، صفحہ 8، بحوالہ قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 176)

1930ء میں مجلس خلافت کے اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری (1891-1961) نے باقاعدہ ایک قرارداد پیش کی کہ کانگریس میں غیر مشروط طور پر شمولیت اختیار کرلی جائے۔ مولانا شوکت علی نے مسلمانوں کو اس اجتماعی خودکشی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

(تحریک پاکستان اور علماء کرام، صفحہ 72)

امروہہ کے ایک جلسہ میں عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کا ایک جملہ یہ بھی تھا۔

"جو لوگ "پاکستان" کے لیے مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے۔ وہ سؤر ہیں اور سُور کھانے والے ہیں"۔

(چمنستان، صفحہ 165، بحوالہ دیوبندی مذہب، صفحہ 79-324-437)☆(پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 64)☆(قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 52)☆(پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 26)☆(وہابی مذہب، صفحہ 393)☆(تحریک پاکستان اور علمائے حق، صفحہ 9)

"پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے"۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 275، بحوالہ دیوبندی مذہب، صفحہ 346)☆(وہابی مذہب، صفحہ 398)

احراریوں کے صدر نے یہ تسلیم کیا ہے کہ :۔
"احرار کا نظریہ بھی وہی تھا جو کانگریس کا نظریہ تھا"۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 279، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 398)

عطاء اللہ شاہ بخاری نے پسرور کانفرنس (ضلع سیالکوٹ) 1946ء میں کہا۔
"پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے"۔

(روزنامہ "جدید اسلام" استقلال نمبر 1950ء ☆ تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء، صفحہ 883) ☆(تاریخ نظریۂ پاکستان: پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور 1970ء صفحہ 400) ☆(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 275) ☆(دیوبندی مذہب، صفحہ 345) ☆(پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 64) ☆(وہابی مذہب، صفحہ 398)

ملاحظہ کیجئے کہ ان کے امیر شریعت قیام پاکستان کی دشمنی میں کس حد نظر آتے ہیں۔ جبکہ قائداعظم ڈنکے کے چوٹ پر جو کہہ رہے تھے۔ علماء و مشائخ کے ساتھ مل کر اُس کام کو کر کے دکھایا۔
سعید صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔
"قائداعظم نے تحریک پاکستان کے دوران فرمایا کہ دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو بننے سے نہیں روک سکتی"۔

(روزنامہ جنگ کراچی بروز بدھ 22 اگست 2007ء)

میر حسین آزاد لکھتے ہیں۔

"مسز نائیڈو کا یہ بیان ریکارڈ پر موجود ہے کہ اگر سارے ہندو لیڈر پاکستان کے حامی ہوتے اور صرف جناح بھارت کی طرف ہوتا تو ہندوستان تقسیم نہ ہوتا اور نہ پاکستان بنتا"۔

(روزنامہ جنگ کراچی بروز جمعہ 12 جنوری 2007ء)

عطاء اللہ شاہ بخاری نے "احرار کانفرس" علی پور میں ڈنکے کی چوٹ پر کہا تھا۔

"پاکستان کا مطالبہ کرنے والے) مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کررہے ہیں۔ اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں خاکستان ہے"۔

(اخبار ملاپ، لاہور 27 دسمبر 1945ء ☆ بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ 8 صفر 1388ھ) ☆ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 274) ☆ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 64) ☆ (دیوبندی مذہب، صفحہ 346) ☆ (وہابی مذہب، صفحہ 399)

دیکھئے دیوبندیوں کے "امیر شریعت" کس طرح سے دل کی بھڑاس نکال رہے ہیں۔ جس ملک کی تقسیم دو قومی نظریئے پر ہو رہی ہو۔ کیا مسلم لیگ کے لیڈروں کی ٹولی کو بے عمل کہنا اپنی ہی عاقبت کرنے کے مترادف تو نہیں۔ اور جس پاکستان کو خاکستان کہتے نہیں تھکے اُسی پاکستان میں بے غیرتی کی روٹیاں کھاتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے قارئین خود اندازہ لگالیں کہ جن مکتب فکر کے "امیر شریعت" ایسے ہوں گے جو جھوٹ و مکاری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہیں تو پھر اُس مکتب

کا کیا حال ہو گا؟ قارئین یہ بھی یاد رکھیں کہ ہم جن شخصیات کے حوالے اخبارات سے دے رہے ہیں ان کا رشتہ کسی نہ کسی مخالفین پاکستان کے ٹولے سے جا کر ملتا ہے۔

سعید صدیقی لکھتے ہیں۔

23مارچ1947ء کو لاہور کے تاریخ ساز اجلاس میں ایک لاکھ کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے (قائد اعظم علیہ الرحمۃ نے)فرمایا مسلمانوں میں نے دنیا بہت دیکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت و قار دولت سے نوازا ہے اب میرے دل میں صرف ایک آرزو ہے کہ مسلمان قوم کو آزادانہ اور خود مختار دیکھوں۔ وقت مرگ میرا ضمیر میرا خدا گواہی دے کہ جناح تو نے مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔

(روزنامہ جنگ کراچی بروز بدھ 15 اگست 2007ء)

اور جناب ڈاکٹر صفدر محمود صاحب لکھتے ہیں۔

قائد اعظم علیہ الرحمۃ نے اکتوبر 1939ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم (علیہ الرحمۃ) نے فرمایا:۔

"مسلمانوں ! میں نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا، دولت، شہرت اور عیش و عشرت کے بہت لطف اُٹھائے، اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں آپ سے اس کی داد اور صلے کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا ایمان، دل اور ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے واقعی ہی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح تم مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے۔ میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم

مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبہ میں اسلام کے علم کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے"۔

(روزنامہ انقلاب، 23 اکتوبر 1939ء، بحوالہ روزنامہ جنگ کراچی بروز پیر 25 دسمبر 2006ء)

اس کے بعد کہتے ہیں۔

"براہ کرم ان فقروں کو بار بار پڑھیے، ان پر غور کیجئے اور سوچیے کہ کیا یہ الفاظ کسی سیکولر، نام نہاد روشن خیال یا مغرب زدہ انسان کے ہیں یا کسی سچے مسلمان کے جسے احساس ہے کہ وہ مسلمان پیدا ہوا، اور اسلام کا علم بلند کئے ہوئے وہ مسلمان مرنا چاہتا ہے"۔

(روزنامہ جنگ کراچی بروز پیر 25 دسمبر 2006ء)

عظیم سرور صاحب لکھتے ہیں۔

"وینکٹ رامانی نے اپنی کتاب میں امریکی وزیر خارجہ ڈین ایچی سن کی طرف سے 4 اپریل 1947ء کو لندن میں امریکی سفارتخانے کو بھجوائے گئے مکتوب کا انکشاف کیا جس میں کہا گیا کہ ہم برطانوی حکومت کی طرف سے ہندوستان میں انتقال اقتدار کی حمایت کرتے ہیں لیکن ہم ہندوستان کی تقسیم نہیں چاہتے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے سیاسی و اقتصادی مفادات کا تحفظ صرف ایک متحدہ ہندوستان کر سکتا ہے قیام پاکستان سے صرف چاہ ماہ پہلے تک امریکا ہندوستان کی تقسیم روکنے کی کوشش میں تھا اس تقسیم کو روکنے کے لئے قائداعظمؒ کو متحدہ ہندوستان کی وزارت عظمیٰ پیش کی گئی جو انہوں نے ٹھکرا دی"۔

(روزنامہ جنگ کراچی بروز پیر 25 جنوری 2006ء)

ملک الطاف حسین لکھتے ہیں۔

یہ بات بھی آن ریکارڈ ہے کہ ہندوستان پر قابض انگریز ور ہندو اکثریت نے بھی بالآخر اس بات سے اتفاق کر لیا کہ مسلمانوں کا علیحدہ وطن ہونا چاہیئے۔اس کی دو قومی نظریئے کی حقانیت اور سچائی کے علاوہ کوئی دوسری وجہ نہیں تھی کہ جب یہ بات طے ہے کہ قائد اعظم کی قیادت میں ہندوستان کے مسلمانوں کی قربانیاں مسلمانوں کیلیئے علیحدہ وطن حاصل کرنے کیلیئے تھیں تو یقیناًیہ بات بھی طے شدہ ہے کہ یہی وہ پاکستان تھا کے جو اسلامی نظام کے عملاً نفاذ کیلیئے حاصل کیا جارہا ہے تو یقیناًوہ ''اسلام'' کا وطن ہوگا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو مسلمانوں کا وطن ہو وہاں ''اسلام'' نہ ہو اور جہاں اسلام ہو وہاں مسلمان نہ ہوں، کیا مسلمان اور اسلام کوئی الگ الگ شے ہیں، کیا ایک مسلمان اسلام سے علیحدہ ہو کر بھی مسلمان کہلاسکتا ہے۔۔؟

(روزنامہ جنگ کراچی بروز ہفتہ 13 جنوری 2007ء)

ملک الطاف حسین مزید لکھتے ہیں۔

''دو قومی نظریہ ایک مضبوط دلیل کی بنیاد پر آج بھی قائم ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ جس وقت تحریک پاکستان ہندو اور مسلم دو الگ الگ قوموں کی بنیاد پر شروع ہوئی تھی تو اس وقت یہ نعرہ بھی لگایا گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا۔۔۔لاالہ الااللہ یہ نعرہ نہ صرف دو الگ قومتیوں کی وضاحت اور شناخت کرتا ہے بلکہ پاکستان کا مکمل نظریاتی تعارف بھی بتاتا ہے کہ پاکستان کیوں اور کس لئے حاصل کیا جارہا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران مسلمان عوام کی یادگار، بے مثال اور ناقابل فراموش قربانیاں کسی ایسے پاکستان کیلیئے نہیں تھیں کہ جس کی قومی اسمبلی کے دروازے پر تو حکم توحید لکھا ہو مگر اندر حدود اللہ کے خلاف قانون سازی کی جارہی ہو بلکہ پاکستان تو اس لئے

حاصل کیا گیا تھا کہ یہ عظیم وطن قرآن و سنت کے احکامات اور قوانین کی ایک "ماڈل ریاست" ہوگا۔

(روزنامہ جنگ کراچی بروز ہفتہ 13 جنوری 2007ء)

اسی گاندھوی امیر شریعت کے متعلق مولوی ظفر علی خان کا کہنا تھا۔

خالصہ کا ساتھ دے جب یہ شریعت کا امیر
کیوں نہ کہئے اس کو "بابائل" سیاسیات کا
پہلے ہی دن سے ہیں جب دیدے "بخاری" کے پٹم
مانگتے پھرتے ہیں کیوں کاجل سیاسیات کا

مسجد شہید گنج کے حوالہ سے سکھوں کی طرف سے "سیاسیات کے بابائل" عطاء اللہ بخاری پر نوازشات کا سلسلہ جاری رہتا تھا، جس پر ظفر علی خان نے کہا:۔

احرار کے بت خانے سے مظہر کو ملا لا
منظور بنانا ہو جو مسجد کو شوالا
سرکارِ مدینہ سے ملا مجھ کو بھی کمبل
سکھوں نے بخاری کو جو بخشا ہے دوشالا

ایک اور مقام پہ طنزاً فرماتے ہیں۔

میں نے کل پوچھا یہ صدر مجلس احرار سے
بندہ پرور آپ کیوں ہیں خاکساروں کے خلاف
گر عقائد کی بناء پر آپ کی ہے ان سے جنگ
کیوں نہیں ہیں آپ پھر زناداروں کے خلاف

ہنس کے فرمانے لگے :"ارشاد عالی ہے بجا
ہو تو جائیں ہم بھی ان مردار خواروں کے خلاف
پل رہے ہیں ان کے چندوں پر مگر احرار ہند
پھر ہو کیوں وہ اپنے ان پروردگاروں کے خلاف

اس ضمن میں کانگریس واحرار کا یہ خصوصی تعلق بھی ملاحظہ کیجئے، کہتے ہیں۔

باوا تھے مسلمان تو بیٹے تھے مجوسی
پوتے جو ہیں احرار وہ کہلائے فلوسی
مل جائے جہاں چندہ، وہی ہے وطن ان کا
ہندی ہیں نہ مصری ہیں، نہ چینی ہیں، نہ روسی
نہرو جو ہے دولہا تو دلہن مجلس احرار
ہو پیر بخاری کو مبارک یہ عروسی

(چمنستان، صفحہ 55-56-148-97، بحوالہ قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 53)

ایک مرتبہ سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں احرار کا جلسہ ہو رہا تھا۔ احراری لیڈر عوام کو نظریہ پاکستان سے متنفر کر رہے تھے۔ دوسری طرف علماء اہل سنت وجماعت نے اپنا اسٹیج لگایا۔ جب احراری اجتماع میں عوام کی کشش کچھ زیادہ ہوئی تو حضرت شیخ القرآن فوراً مائیک پر آئے اور ایسا فصیح وبلیغ خطبہ دیا کہ لوگ دھڑا دھڑ آپ کے پنڈال میں آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مخالف حضرات کے جلسہ میں اُلّو بولنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر مولانا

ظفر علی خان وفود جذبات سے دیوانے ہو گئے اور فوراً فی البدیہہ ایک نظم پڑھی جس کے چند شعر یہ تھے۔

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ اُبل رہا ہے محمد کے نُور کا
بند اس کے سامنے ہے بخاری کا ناطقہ
کیا اس سے ہو مقابلہ اس بے شعور کا

(اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ لاہور، محمد صادق قصوری، بحوالہ قائداعظم کا مسلک، صفحہ 202)

مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں (گاندھوی امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری المعروف شاہ جی اور ان کی) مجلس احرار نے جو کارنامے سر انجام دیئے تھے، ان کی داد مولوی ظفر علی خان کے خامہ بہار آفریں نے یوں دی تھی۔

اللہ کے قانون کی پہچان سے بیزار — اسلام اور ایمان اور احسان سے بیزار
ناموس پیمبر کے نگہبان سے بیزار — کافر سے موالات، مسلمان سے بیزار
اس پر ہے یہ دعویٰ کہ ہیں اسلام کے احرار — احرار کہاں کے، یہ ہیں اسلام کے غدّار

پنجاب کے احرار، اسلام کے غدّار

کھاتا ہے مسلماں کوئی سینہ میں جو گولی — گالی اسے دیتی ہے یہ احرار کی ٹولی
اسلامیوں کے خوں سے چلے کھیلنے ہولی — احرار کو پھر آج سے کیوں لکھیے نہ اشرار

پنجاب کے احرار، اسلام کے غدّار

سوجھی شہداء پر انہیں مردار کی پھبتی — سکھوں کی یہ پھبتی ہے نہ سرکار کی پھبتی
توحید کے بیٹوں پہ ہے احرار کی پھبتی — گمراہ ہیں خود اور ہمیں کہتے ہیں غلط کار

پنجاب کے احرار، اسلام کے غدّار

اللہ کے گھر کو کوئی ڈھادے تو یہ خوش ہیں — مسجد کا نشاں کوئی مٹادے تو یہ خوش ہیں
مسلم کا کوئی خون بہا دے گو یہ خوش ہیں — لاہور میں آثارِ قیامت ہیں نمودار

پنجاب کے احرار، اسلام کے غدّار

مردانِ مجاہد سے جو اس طرح کٹے ہیں — اللہ کے رستے سے جو اس طرح ہٹے ہیں
اسلام کی فوجوں کے مقابل جو ڈٹے ہیں — پھر کیوں نہ یہ کم بخت ہوں رسواسر بازار

پنجاب کے احرار، اسلام کے غدّار

(قائداعظم اور ان کا عہد، صفحہ 385-386، مطبوعہ لاہور،1966، رئیس احمد جعفری)
(قائداعظم کا مسلک، صفحہ 275)

مولوی ظفر علی خان مزید مزید کہتے ہیں۔

خدا کے گھر کی تباہی میں حصہ دار ہوئے
یہ ظلم انہوں نے کیا آپ اپنی جاں پر ہے
اشارہ پاکے "ادھر" سے شہید گنج کا شور
کئی دنوں سے ان اشرار کی زباں پر ہے
سنا کیا جو کئی سال دیر کا ناقوس
لگاہوا وہی کان آج کل اذاں پر ہے

(چمنستان، صفحہ 104، مطبوعہ لاہور، بحوالہ قائداعظم کا مسلک، صفحہ 276)

ظفرالملک مولوی اسحاق علی (ایڈیٹر رسالہ "الناظر") گاندھی کے بارے میں یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

"اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"۔

(تنقیدات تعاقبات، صفحہ 96 مطبوعہ لاہور، پروفیسر محمد مسعود احمد، بحوالہ حاشیہ قائدِ اعظم کا مسلک، صفحہ 217)☆(سالنامہ معارف رضا، کراچی، 2007ء، صفحہ 260)

دیوبندیوں کے مولوی منظور نعمانی نے لکھا ہے کہ۔

"اس میں شبہ نہیں کہ گاندھی جی کی ہستی اس زمانہ میں ممتاز ترین ہستی تھی اور بلاشبہ وہ بعض ایسی اعلیٰ صفات سے متصف تھے جو اس زمانہ میں خصوصاً بڑے لوگوں میں بالکل عنقا ہیں۔ پھر گاندھی جی کی ان خصوصیات کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ: اُنہوں نے اس کا ایک زندہ ثبوت فراہم کیا کہ ایک پکا مذہبی اور خدا پرست شخص بھی کامیاب ترین سیاسی لیڈر ہو سکتا ہے۔ اور ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ گاندھی جی عہدِ حاضر کے سیاسی لیڈروں میں یقیناً بڑے بلند مقام پر فائز تھے۔ اور بعض بہت اعلےٰ اخلاقی اوصاف کے حامل اور روحانیت پسند درویش صفت انسان تھے۔ اور ان کی زندگی سے مادیت کے اس دور میں اخلاق اور روحانیت کے شعبوں میں بڑی تقویت حاصل ہوئی اور ان حیثیتوں سے ان کی شخصیت دُنیا کے لیے قابل تقلید اور مستحقِ احترام ہے"۔

(ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، صفحہ 43-44-46 ماہ رجب المرجب 1367ھ، بحوالہ وہابی مذہب، صفحہ 334)

دیوبندی مؤرخ منشی عبدالرحمان خان لکھتے ہیں۔

ہندو دھرم کے احیاء اور مسلمانوں کا صفحۂ ہند سے نام ونشان مٹانے کے لیے 1887ء میں (آل انڈیا) کانگرس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ 21-1920ء میں جب چند مسلمان کانگریس میں شامل ہوگئے تو انہیں پرکاہ جتنی بھی وقعت نہ دیتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو کے والد پنڈت موتی لال نہرو نے کھلم کھلا اعلان کر دیا کہ "کانگریس ہندو جماعت ہے چند مسلمانوں کے اس میں شرکت کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا"۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی مسلمانوں کو کسی گنتی میں شمار نہ کرتے ہوئے برملا کہہ دیا کہ :۔

"ایک عام تحریک میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں"۔

کانگریسی لیڈر لالہ لالجپت رائے نے حقیقت پر سے پردہ اٹھتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ :۔

"کانگریس میں مسلمان اس لئے کرائے پر لائے گئے ہیں کہ ان کی شرکت سے ہندو کانگریس کو نیشنل کانگریس ظاہر کیا جائے اور اس کے ذریعہ ہندوراج کے قیام کی مہم جاری رکھی جائے"۔

اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مولانا محمد علی جوہر اور مسٹر محمد علی جناح کانگریس سے علیحدہ ہوگئے۔۔ مگر کانگریسی علماء ہندوؤں کی چیرہ دستیوں اور مسلم کشیوں کو مقامی مناقشات کا نام دے کر ہندوؤں کے انسانیت سوز مظالم کی اہمیت گھٹاتے اور اپنی اہمیت بڑھاتے رہے"۔

(مضطرب صدائیں، صفحہ 322، مطبوعہ ملتان، منشی عبدالرحمٰن خان، بحوالہ قائداعظم کا مسلک، صفحہ (280-281

مولوی شبلی نعمانی نے یہ فتویٰ صادر فرمایا۔

"مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہباً فرض ہے"۔

(شبلی نامہ، صفحہ 245، محمد اکرم)☆(حیات شبلی، صفحہ ۴۳۶، مطبوعہ اعظم گڑھ،۱۹۴۳ء، سلیمان ندوی، بحوالہ خطبات کاظمی، جلد2ص60)

دارالعلوم دیوبند نے اپنے علمی اور مذہبی اجلاس میں کفار و مشرکین کو بلایا اور کرسئی صدارت پر بٹھا کر مجلس علماء کو ذلیل و رسوا کیا ہے۔ (اخبار جنگ، کراچی مندرجہ ذیل شمارے دیکھئے۔

(16مارچ1980ء، صفحہ12کالم4)☆(21مارچ1980ء، صفحہ21کالم2)☆(23مارچ 1980ء صفحہ2کالم6)☆(20مارچ1980ء صفحہ1کالم3)☆(22مارچ1980ء صفحہ1 کالم6،5)☆(3اپریل1980ء صفحہ4کالم8،7)بحوالہ (خطبات کاظمی، جلد2ص60)

مسلمان کہلانے والے لیڈروں میں مولوی حسین احمد مدنی، عطاء اللہ شاہ بخاری، ابوالکلام آزاد، مظہر علی اظہر اور سرحدی گاندھی عبدالغفار خان نے تحریک پاکستان کے دوران اپنی تقریروں میں قائداعظم علیہ الرحمۃ کی کردار کشی میں اہم کردار کیا تھا اور آج قیام پاکستان کے بعد بھی قائداعظم علیہ الرحمۃ کو بدنام کرنے کی تحریک جاری ہے۔۔۔اور مسلمانان پاکستان کو قائداعظم علیہ الرحمۃ سے متنفر کرنے کے لیے ان کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں۔ سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کے فرزند عبدالولی خان نے حقائق کو مسخ کرنے کے لیے ایک کتاب "حقائق حقائق ہیں" لکھی۔ [۱] یہ کتاب بنیادی طور پر پشتو زبان میں لکھی گئی، جسے بیگم نسیم ولی خان نے

اردو میں ترجمہ کیا۔۔۔ عزیز صدیقی نے اردو سے انگریزی میں ترجمہ کیا اور بھارت میں سیدہ سیدین حمید نے انگریزی ترجمہ کر کے اس عام کیا۔

(قائداعظم کا مسلک، صفحہ 118)

[1] معروف صحافی اور روزنامہ "خبریں" کے چیف ایڈیٹر ضیاء شاہد نے ولی خان کے خودساختہ حقائق کا تجزیہ کیا ہے اور نہایت مسکت جواب دیا ہے۔ دیکھئے: ضیاء شاہد: "ولی خان جواب دیں" (مطبوعہ لاہور 1998ء)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

مسٹر گاندھی بھی یہی سمجھتے تھے کہ قرآن نے نجات و سعادت کے لئے صرف اسلام ہی کو واحد ذریعہ قرار نہیں دیا بلکہ ہر دین و مذہب نجات و سعادت کی نشاندہی کرتا ہے، ان کے بقول ان کے اس عقیدے کو ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر القرآن (جلد اوّل) میں ثابت کیا ہے۔ چنانچہ مسٹر گاندھی نے اس حصے کا گجراتی میں ترجمہ کرا کے تقسیم کرایا۔۔۔ یہ انکشاف مسٹر گاندھی نے جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے 1940ء سے پہلے فرمایا۔

(رسالہ ایمان، پٹی ضلع لاہور، 15 اپریل 1940ء) بحوالہ (تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، صفحہ 85)

مولوی ابوالکلام آزاد جس قدر مسٹر گاندھی سے متاثر تھے، شاید کوئی عالم نہ ہوا ہو گا۔۔۔۔ مسٹر گاندھی کی نظر انتخاب ان پر اس وقت پڑی جب 1908ء میں ان کے والد کا انتقال ہوا۔ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرنا آسان نہیں، تشخیص و تجویز میں ذرا سی غلطی سے معاملہ الجھ جاتا ہے۔ اس کے لئے بڑی دانائی اور بصیرت کی ضرورت ہے۔ کہ جس کو انتخاب کیا جارہا ہے وہ وفاداری کے ساتھ مقاصد

کی تکمیل میں حصہ لے گا اور آگے چل کر اپنی قیادت اور اقتدار کے لئے چیلنج ثابت نہ ہو گا۔۔۔ بہر کیف 1908ء میں مسٹر گاندھی نے ٹرانسوال (افریقہ) سے تعزیتی تار بھیج کر تعلق کا آغاز کیا۔۔۔ پھر 1918ء میں وہ رانچی جیل میں مولانا آزاد سے ملنے گئے مگر گورنر بہار نے ملنے نہ دیا۔ اس کے بعد 20 جنوری 1920ء کو حکیم اجمل خاں مرحوم کے مکان پر پہلی بار مسٹر گاندھی سے ملاقات ہوئی اور اس کے بعد بقول آزاد۔

"اس دن سے آج تک جب 1948ء ہے 27 برس گذر چکے ہیں۔۔۔
27 برس کے یہ دن ہم پر ایسے گزرے کہ ہم ایک ہی چھت کے نیچے رہے"۔

(اخبار الجمعیۃ، دہلی، 4 دسمبر 1958ء) بحوالہ (تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، صفحہ 106-105)

22 جنوری 1920ء کو میرٹھ میں مسٹر گاندھی کی آمد کے موقع پر مسلمانوں کی پیشانی پر چندن لگایا گیا۔

(السواد الاعظم، جمادی الاآخر 1338ھ، صفحہ 19 تا 22) بحوالہ (حاشیہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، صفحہ 208)

ہندوؤں کے ساتھ اسی محبت و یگانگت کا نتیجہ ہے کہ حال میں یہ خبر نظر سے گزری کہ تلک ہال (کانپور) میں مسٹر گاندھی کی برسی کے موقع پر حافظ بیعت اللہ اور بابا خضر نے مسٹر گاندھی کی تصویر کے سامنے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی جبکہ دوسری طرف بھجن گائے جا رہے تھے۔

(اخبار سیاست، کانپور، یکم فروری 1957ء) بحوالہ (حاشیہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، صفحہ 208)

ابوالکلام آزاد نے مجلس احرار اور دوسری مسلم لیگ مخالف جماعتوں سے اپیل کی کہ :۔

"وہ منظّم ہو کر ایک وجود بن جائیں اور ڈٹ کر مسلم لیگ کا مقابلہ کریں"۔

(آزادیٔ ہند [ابوالکلام کی خودنوشت] مترجم رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور طبع پنجم، صفحہ 166 بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 64)

اس اپیل پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور مؤرخ رئیس احمد جعفری رقمطراز ہیں۔

"اور بلاشبہ مولانا (آزاد) کی یہ اپیل کارگر ہوئی ۔ اور خاکسار، جمعیت علماء اور دیگر جماعتوں نے مسلم لیگ کے خلاف ایک محاذ بنالیا۔ انھوں نے مسلم لیگ کے راستے میں کانٹے بچھائے ، پتھر پھینکے، چاقو اور خنجر سے وار کیئے، جلسے درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ کانگرس نے اور کانگریس کے ان حلیفوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مجلس احرار کے واعظانِ خوش مقال اور علمائے شیوا بیان دورے پر نکل پڑے ۔ مجھے بمبئی کا وہ جلسہ یاد ہے جس میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور شورش کاشمیری کی خطابت نے رنگ باندھ دیا تھا۔ لیکن بُری طرح پٹے۔ دیوبند کے طلباء کی ایک جماعت مولانا حسین احمد مدنی مغفور کی سربراہی میں شہر شہر اور قریہ قریہ کا گشت کر رہی تھی۔ جہاں موقعہ ملتا مولانا آزاد بھی پرواز کر کے یعنی طیارہ پر اُڑ کر پہنچ جاتے۔ غرض تفریق بین المسلمین اور تضعیف شوکتِ مومنین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ احرار و خاکسار میدان انتخاب میں روزِ بیان اور قوت استدلال سے زیادہ دست و بازو کی طاقت کے بل پر اُتر آئے، ہنگامہ آرائی کی، شورش اور بدامنی کے مظاہرے کیئے۔ ان کا کوئی "عظیم الشان جلسہ" ایسا نہ ہوا جس میں مسلم لیگ کو اور قائدا عظم کو ایک ایک منہ سو سو

گالیاں نہ دی گئی ہوں۔ قائداعظم کی ذات پر گفتنی اور ناگفتنی الزامات نہ لگائے گئے ہوں۔ مسلم لیگ کی قیادت کے خلاف کفر و فسق کے فتوے نہ دیئے گئے ہوں"۔

(آزادیٔ ہند [ابوالکلام کی خودنوشت] مترجم رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور طبع پنجم، صفحہ 167 بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 64-65)

کانگریس کے مشہور لیڈر لالہ ہردیال کہتے ہیں کہ۔

پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی تو یہاں ہندو راج قائم ہوگا، نہ صرف ہندوراج قائم ہوگا بلکہ مسلمانوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح وغیرہ۔ باقی آدرش بھی پورے ہوجائیں گے"۔

(روزنامہ ملاپ، 13 جنوری 1925ء) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 6-7)

ہندو مہا سبھا کے نائب صدر اور بنگال میں کانگریس پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر رادھا مکرجی نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرس لاہور کے خطبۂ صدارت میں کہا تھا کہ۔

ہندوستان کو نظریہ اور عمل دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیئے، جس کا کلچر ہندو، جس کا مذہب ہندو، اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو"۔

(طلوع اسلام، دسمبر 1938ء) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 7)

مشہور ہندو مہاسبھا لیڈر رپرمانند نے اجمیر شریف کے "مہاسبھا سیشن" میں کہا:۔

"ہندوستان صرف ہندوؤں کی سرزمین ہے، یہاں رہنے والے مسلمان اور عیسائی صرف مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں اس وقت تک یہاں رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے جب تک یہ مہمان بن کر رہیں گے"۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2007ء، صفحہ 255)

اسی طرح "راشٹریہ سنگھ" کے کیمپ کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر کیشور نے کہا:۔

"ہندوستان کے اصل باشندے صرف ہندو ہیں، مسلمان ہندوستان کے شہری نہیں ہو سکتے کیوں کہ یہ عرب سے آئے ہیں اور آج بھی اسی مذہب اور عقیدے پر قائم ہیں۔ مسلمانوں کو اگر ہندوستان میں رہنا ہے تو ہندوستانی تہذیب و تمدن کو اپنانا ہوگا، ہندوستان، ہندوؤں کا ملک ہے اور ہندی، ہندوؤں کی زبان"۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2007ء، صفحہ 255)

مسٹر گاندھی نے 1918ء میں یہ بیان دیا کہ:۔

"ایک ہندو بھی، ہندوستان میں ایسا نہیں جو اپنی سرزمین کو گاؤکشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو۔ ہندومت۔۔۔ عیسائی یا مسلمان کو تلوار کے زور سے بھی مجبور کرنے سے تامل نہیں کرے گا کہ وہ گاؤکشی، بند کردیں"۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2007ء، صفحہ 256)

مولوی محمد میاں ناظم جمعیۃالعلماء ہند لکھتے ہیں کہ:۔

"مسلم لیگ کی موجودہ حالت سے جو بے دینی پھیل رہی ہے اور جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے وہ کانگریس تو درکنار ہندوستان کے تمام ہندوؤں سے نہیں پہنچ رہا ہے"۔

(مولانا ظفر احمد صاحب کے فتویٰ پر تبصرہ، صفحہ 9) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 20)

یہی مولوی محمد میاں کانگریس کی حمایت میں کہتے ہیں کہ۔

”کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل جہادآزادی میں اشتراکِ عمل ہے جس پر مذہبی حیثیت سے ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت و حیات کا مدار ہے“۔

(مولانا ظفر احمد صاحب کے فتویٰ پر تبصرہ، صفحہ 12) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 20)

دیوبندیوں کے مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے مولوی شبیر احمد عثمانی کے سامنے کہا کہ :۔

”پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کیے اور دکھلایا کہ مسلمانوں کے لیے نظریۂ پاکستان سراسر مُضر ہے“۔

(مکالمۃ الصدرین، صفحہ 8) بحوالہ (وہابی مذہب، صفحہ 400)

مولوی حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے کہ :۔

”ہندو مسلمان باوجود اختلافِ مذہب کے کسی مشترک مقصد کی تحصیل کے لئے متفق ہو سکتے ہیں، ایسا اتفاق شریعت کے کسی فائدے کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کو اُن کے دینی مقاصد کی تحصیل میں تقویت حاصل ہوتی ہو یہ اتفاق ضروری ہو جاتا ہے“۔

(جواز شرکتِ کانگریس، صفحہ 10) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 21)

مولوی احمد علی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے کہ :۔

"جہاں مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے مدد لینی جائز ہے، وہیں اپنے مخصوص مقاصد و اغراضِ صحیحہ کی بناء پر اُن کی امداد کرنی یا اُن کی حمایت کرنی یا ان کے جھنڈے کے نیچے لڑنا بھی شرعاً جائز ہے"۔

(جواز شرکتِ کانگریس، صفحہ 44) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 21)

مفتی محمد نعیم رکن جمعیۃ العلماء ہند مسٹر منشی کی تقریر جو انھوں نے لدھیانہ میں اکھنڈ بھارت کانفرس میں کی سن کر بیتابانہ پکار اٹھے لبیک یا جبل لبیک۔ گھبرایئے نہیں:۔

"پاکستان کی ہم مخالفت کریں گے۔ یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے"۔

(ہندوستان ٹائمز، 8 ستمبر 1947ء بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 22)

مفتی محمود نے 1944ء میں فتویٰ دیا تھا کہ:۔

"دنیا کی تمام قوموں سے رشتے ناطے جائز ہیں لیکن مسلم لیگی کو لڑکی دینا ناجائز ہے"۔

(اخبار آزاد، 5 اگست 1944 بحوالہ ہفت روزہ شہاب لاہور یکم اگست 1963ء ☆ تحریک اسلامی اور اس کے مخالفین، صفحہ 380) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 24)

"13 جولائی 1957ء کو دارالعلوم دیوبند میں ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے آیا۔ پروگرام کے مطابق صبح 8 بجے جب صدر جمہوریہ راجندر پرشاد اپنے سیلون سے برآمد ہوئے تو مولوی حسین احمد مدنی اور قاری طیب آگے بڑھے۔۔۔ مولوی حفظ الرحمان نے ان حضرات کا تعارف کرایا۔۔۔ بھارتی صدر نے ان

حضرات سے مصافحہ کیا مہتمم قاری محمد طیب نے بھارتی صدر راجندر پرشاد کو ہار پہنایا۔۔۔ آٹھ بج کر دس منٹ پر بھارتی صدر راجندر پرشاد دارالعلوم کے لیے روانہ ہوئے۔۔۔اسٹیشن سے لے کر دارالعلوم دیوبند تک راستہ خیر مقدم کے لیے بنائے ہوئے خوش نما دروازوں اور رنگ برنگ جھنڈیوں سے آراستہ تھا۔ دیوبند اور قرب وجوار کے ہزاروں اشخاص سڑک پر بھارتی صدر راجندر پرشاد کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔۔۔دارالعلوم دیوبند سے تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے تک دیوبندی طلباء دارالعلوم کی دو رویہ قطاریں کھڑیں ہوئی تھیں۔ ہند اور بیرون ہند کے طلباء کے علیحدہ علیحدہ گروپ بنا دیئے گئے۔۔۔ جب ان قطاروں کے درمیان سے بھارتی صدر کی کار گزرنی شروع ہوئی تو دیوبند کی فضا استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھی " اللہ اکبر، دارالعلوم زندہ باد، صفحہدر جمہوریہ ہند زندہ باد، جمہوری ہندوستان زندہ باد"۔

(مشعل راہ، صفحہ 848 تا 861 مطبوعہ لاہور) بحوالہ (قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 314-315)

23 مارچ 1980ء کو دارالعلوم دیوبند کا جب "صد سالہ جشن دیوبند" منایا گیا تو اس میں بھی مسلمانوں کی دشمن مسز اندراگاندھی (جواہر لال نہرو کی بیٹی اور راجیو گاندھی کی ماں) کو مہمان خصوصی کے طور پر بلوا کر "ہندو مسلم اتحاد" کی یاد تازہ کر دی گئی۔ مسز اندراگاندھی اور علماء دیوبند کی تقاریر میں قدر مشترک اس "قابل فخر ماضی کا تذکرہ" تھی جس میں دارالعلوم دیوبند کے اکابر کانگریس کے ہمنوا ہو کر مسلمانان ہند کے متفقہ مطالبہ قیام پاکستان کے خلاف سر گرم عمل رہے تھے۔

(قائد اعظم کا مسلک، صفحہ 315)

کانگریسی مولویوں کے متعلق اکبر الہ آبادی نے خوب کہا تھا۔

کانگریس کے مولوی کی کیا پوچھے ہو، کیا ہے؟
گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہے !!!

مولوی ظفر علی خان نے کانگریسی علماء کی گاندھی سے محبت پر کہا۔

رسول اللہ کے "گھر" میں یہ کیسا انقلاب آیا
کہ گاندھی کی کٹیا، عالمانِ دیں کا ڈیرا ہے
خدا ہی جانتا ہے حشر اس ٹولی کا کیا ہوگا
حرم سے جس کی بدبختی نے رخ پھیرا ہے

حرم سے رُخ پھرنے کا سبب بھی انہی کی زبانی سنیے، کہتے ہیں۔

پلایا کانگریس نے ہو جنہیں "دینار" کا شربت
پسند آتا انہیں کب لیگ کا شربت "بزوری" ہے

اس "شربت دینار" کی بدولت گاندھی کی "مہاتمائی" کا ایسا اثر ہو کہ ظفر علی خان اس گاندھی نوازی پر تڑپ کر پکار اُٹھے۔

کیا پوچھتے ہو ہند میں دین ھُدیٰ کا حال ؟
ویراں ہے خانقاہ تو مسجد ہے پائمال
خود عالمان دین بھی پھنسے اس کے جال میں
جس کا نہیں ہے توڑ وہ ہے کانگریس کی چال

کافر بھی مومنوں کے اولوالمر بن گئے
کل تک جو تھا حرام ہوا آج سے حلال
چھوڑا جہاد کو اور آ ہنسا کیا قبول
جو شیر تھے پہننے لگے لومڑی کی کھال
اسلام کے چمن میں، صفحہ نم ہر دوار کے
پھرتے ہیں پات پات ، پھدکتے ہیں ڈال ڈال
قرآن کے "ترجمان" ہیں کیوں بُت کی طرح چُپ
حالانکہ ہے "مدینہ" کے ناموس کا سوال
کیا انقلاب ہے کہ اساطین شرع کو
دم مارنے کی گاندھی کے آگے نہیں مجال
کچھ جانتے بھی ہو کہ ہیں کیوں آج ہم ذلیل ؟
ہم پر ہمارے ان علماء کا پڑا وبال

(چمنستان، صفحہ 131) بحوالہ (حاشیہ قائدا عظم کا مسلک، صفحہ 353)

ابوالکلام آزاد کے شجر ملت سے کٹنے پر خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی نے کہا۔

دیکھ کیا حالت ہے اب کشمیر میں آزاد کی
کٹ کے ملّت کے شجرے سے اس نے پایا کیا ثمر
قوم کے جوش غصب سے ڈر کے ہے روپوش آج جو
کبھی اس ملک میں تھا قوم کا نُورِ نظر

شخصیت کی ملتِ بیضا کو ہے پرواہ کہاں
ہے وہی آزاد لیکن اب ہمارا ہے کہاں ؟

(حاشیہ قائدِ اعظم کا مسلک، صفحہ 356)

ابوالکلام آزاد کے سیاسی عزائم و زنّار دوستی کے پیشِ نظر ان سے ظفر علی خاں یوں گویا ہوئے تھے۔

ابوالکلام آزاد سے یہ پوچھتے ہیں دل جلے
آج کل تم پیشوائے امت مرحوم ہو؟
کیا خطاء کوئی بھی سرزد تم سے ہوسکتی نہیں؟
تم بھی کیا پاپائے روم کی طرح معصوم ہو؟
نہرو، گاندھی کے دل کا حال تم جانو اگر
پھر ذرا تم کو بھی قدرِ عافیت معلوم ہو
کٹ کے اپنوں سے ، ملے ہو جاکے تم اغیار سے
پھر یہ کہتے ہو کہ ہم ظالم ہیں، تم مظلوم ہو
ہم مسلماں ہیں جو ہیں اوج سعادت کے ہُما
آئیں اس کے سایہ میں ہم کس طرح جوبُوم ہو
تم یہ کہتے ہو کہ مسلم لیگ ہے رجعت پسند
تم کہاں کے ہٹلرِ وقت اے مرے مخدوم ہو؟
کیا تماشا ہے کہ ہم گاندھی کے آگے سر جھکائیں
کیا قیامت ہے کہ جو حاکم ہے وہ محکوم ہو؟

اے خدا ! راہ ہدایت اس مسلماں کو دکھا
غیرت اسلام کی دولت سے جو محروم ہو

(چمنستان، صفحہ 92، مطبوعہ لاہور) بحوالہ (حاشیہ قائداعظم کا مسلک، صفحہ 356)

ایک مسلمان سے نہ رہا گیا اور کہہ اُٹھا۔

جو تھا "امام الہند" کل ، آج "امام الہندو" ہے
کل تھا ایک آزاد مسلمان، آج "غلام الہندو" ہے

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 11 دسمبر 1948ء) بحوالہ (حاشیہ قائداعظم کا مسلک، صفحہ 357)

دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم قاری محمد سالم قاسمی دیوبندی نے بھی ایک انٹرویو میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے صاف کہہ دیا ہے کہ :۔

"ہم نے پاکستان کی حمایت نہیں کی تھی"۔

(ہفت روزہ "ندائے ملت" لاہور، 10 تا 16 دسمبر 1998ء) بحوالہ (حاشیہ قائداعظم کا مسلک، صفحہ 399)

مفتی صاحب۔۔ نظریۂ پاکستان کی کٹر دشمن جماعت جمعیت علماءِ ہند کے سیاسی پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔اور تادمِ مرگ اسی جماعت کے فکری وارث رہے۔۔۔ پاکستان کے نشیب وفراز میں عملی طور پر انہیں داخل ہونے کا موقع 1962ء کے بعد حاصل ہوا۔ جب کہ وہ ایوب خاں کے بی۔ڈی نظام کے ذریعے منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچے۔

ایوب خاں نے 1956ء کے دستور کے تحت حلفِ وفاداری اُٹھار کھا تھا اور پاکستان کی برّی افواج کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے اس کی حفاظت کے ذمہ دار بھی تھے۔ لیکن کچھ تو ایوب خان کی ہوس اقتدار اور کچھ سکندر مرزا کی حماقتوں کی بنا پر ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ پاکستان میں پہلا با قاعدہ مارشل لا نافذ ہوا۔ ایوب خاں نے پرچی کی قوت سے خائف ہوتے ہوئے عوام کو بے شعور ہونے کی گالی دی۔ اور بی۔ ڈی نظام تولد کیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ سیاسی راہنما یومِ اوّل ہی سے اس غیر جمہوری اور آمرانہ اقدام کا مقابلہ کرتے لیکن قومی اسمبلی کی گداز سیٹ، ایم۔این۔اے کے مالی حقوق، شہرت کا مضبوط زینہ بڑے بڑوں کو اپنے ساتھ بہا کر لے گیا۔ مفتی صاحب بھی سلامت نہ رہ سکے اور وہ بھی اسی نظام کی بدولت قومی اسمبلی میں براجمان ہوئے۔ یہ دلیل تھی اس بات کی کہ ان کی ذہنی آبیاری جمہوری بنیاد پر نہیں ہوئی ورنہ عوام میں رہنے والا سیاسی راہنما اس طرح کی غیر عوامی حرکت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے نہ صرف قومی اسمبلی کی سیٹ حاصل کی بلکہ ایوب خان کے بنائے آئین میں ایک بے جواز ترمیم کو ووٹ دے کر اس ملک کی گردن پر مسلط ہونے میں مدد دی۔۔۔ مفتی صاحب نے اس طرح کے غیر جمہوری اور آمرانہ دستور کو قبول کیا اور اس کے تحت حلف اُٹھایا جو ہماری تاریخ کا ایک "عظیم المیہ" ہے۔ چوہدری ظہور الٰہی مرحوم آخیر وقت تک ڈنکے کی چوٹ کہتے رہے کہ مفتی محمود نے ایوب خان کو ووٹ ایک لاکھ روپے نقد چہرہ شاہی کے عوض دیا تھا۔۔۔ اس کے بعد ایوب خان کی گول میز کانفرس میں بھی مفتی صاحب کا کردار ہمیشہ بحث و نظر کا مرکز بنا رہا کہ انہوں نے جمہوری مجلس عمل کے آٹھ نکات کی تصنیف میں اسلامی نظامِ حیات کا نام نہ لیا صرف پیرٹی کے خاتمے اور براہِ راست انتخاب پر زور دیتے رہے۔ مولانا مودودی بھی ان کے شریک سفر رہے لیکن جب کانفرس روم میں پہنچے تو تمام راہنما اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے۔ مجیب چھ نکات، ولی خاں سیکولر ازم، نواب زادہ نصراللہ جمہوریت۔ مولانا مودودی طے شدہ آٹھ نکات اور مفتی صاحب اسلامی نظام کی بات کرنے لگے۔ اس پر مودودی صاحب اور مفتی صاحب کے

پیروکاروں میں کئی مرتبہ گریبان چاکی اور دھینگا مُشتی کے واقعات بھی ہوتے رہے۔ اُسی کا مظاہرہ ختم نبوت 1974ء کی تحریک میں مولانا مودودی کی تقریر کے دوران مفتی صاحب کی تشریف آوری پر شاہی مسجد میں ہوا۔۔۔ مفتی صاحب نے 1970ء کے انتخابات میں جمہوری قوتوں اور اسلام دوست جماعتوں سے الگ کیمونسٹوں اور سیاسی فسطائیوں کو شرعی آب و دانہ مہیا کیا۔۔۔ مفتی صاحب نے اپنے پُرانے فکری ہمسفر عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی کے بیٹے ولی خاں سے سیاسی یارانہ گانٹھا۔ جب کہ وہ علماء کو اپنے دروازوں سے ٹکڑے کھانے کی گالی بھی دے چکا تھا۔ مفتی صاحب نے اُسی سے اتحاد کیا۔۔۔ انہوں نے دسمبر میں بھٹو سے اتحادِ ثلاثہ کیا۔ جس میں ولی خاں کی نیپ، مفتی صاحب کی جمعیت اور بھٹو صاحب کی پیپلز پارٹی شامل تھیں۔ مارشل لا کو چھ مہینے تک جواز کی سند عطاء کی۔ اگر مفتی صاحب، ولی خاں اور بھٹو جان بے چاری جمہوریت کے ساتھ کچھی تعلق رکھتے تو جمہوریت کے مخالف مارشل لا کی ٹوپی کیوں استعمال کرتے۔ ہماری سیاست کے عجوبۂ روزگار بزرگ میاں محمود علی قصوری نے بھٹو کے مارشل لا کو عوامی مارشل لا کہا اور مفتی صاحب نے اس معاہدے سے اُسے عملًا اسلامی مارشل لا فرمادیا۔ ۔مفتی صاحب صوبہ سرحد میں برسر اقتدار آنے کے بعد پاکستان کے کھلے دشمن سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کو کابل سے پاکستان لائے۔۔۔ صدر ضیاء کی دعوت پر مسلم لیگ کا سب سے پہلے شامل ہونا، بعد میں جماعت اسلامی کا للچانا اور مفتی صاحب کا خود شامل ہو جانا اُن کے غیر جمہوری ذہن کے مظاہرے تھے۔

(دیوبندی مذہب، صفحہ 41 تا 47 مختصراً)

دیوبندیوں کی جمعیۃ العلماء ہند پاکستان کی بدترین دشمن اور پاکستان کو معرضِ وجود میں لانے والے دوقومی نظریہ کی شدید ترین مخالفت جماعت ہے، پاکستان کے دیوبندی ابھی تک اسی نظریہ کے مطابق پاکستان میں رہ کر بھی جمعیۃ العلماء ہند کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، چنانچہ انہوں نے بدنامی سے بچنے کے لئے اسی جمعیۃ العلماء

کی یہاں شاخ قائم کر کے اس کا نام جمعیۃ العلمائے اسلام رکھ کر پاکستان کی بیخ کنی کا کاروبار شروع کر رکھا ہے، اس معاملہ کی تصدیق کے لئے ہم مفتی محمد شفیع دیوبندی کے ایک واقف کار اسرار دیوبندی کا بیان جو کہ ''اظہار حقیقت'' کے عنوان سے روزنامہ نوائے وقت لاہور میں شائع ہوا تھا۔ بلفظہٖ درج ذیل کرتے ہیں۔

مکرمی! نوائے وقت (10 اپریل) میں مفتی محمود صاحب ممبر قومی اسمبلی کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا۔ جس میں موصوف نے اپنی ''جمعیۃ العماء کانگریسی علماء کو جمعیۃ العلماء ہند کی پاکستانی شاخ کہا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا اس شاخ میں ایک مسئلہ پر شدید اختلاف پیدا ہو گیا تھا، تو بھارت سے دارالعلوم دیوبند کے قاری محمد طیب نے پاکستان تشریف لا کر اس شاخ میں مصالحت کرائی تھی۔ اگر اس جمعیۃ کا اصل جمعیۃ العلماء اسلام سے کوئی تعلق ہوتا تو اس اخلاقی مسئلہ کو سلجھانے کے لئے مولانا مفتی محمد شفیع سے رجوع کیا جاتا۔ مارشل لاء اٹھنے کے بعد جب سیاسی پارٹیاں بحال ہوئیں تو اس بارہ میں مولانا مفتی محمد شفیع سے ملتان کے منشی عبدالرحمان گوڑگانوی نے مشورہ طلب کیا تھا، اس کے جواب میں مفتی صاحب نے جو جواب لکھا تھا، وہ ہفت روزہ سیر وسفر ملتان مؤرخہ 20/اکتوبر 1962ء میں شائع ہوا تھا۔ میں اس مکتوب گرامی کا متعلقہ حصہ من و عن نقل کر رہا ہوں۔ قارئین حق و انصاف سے سوچیں کہ موجودہ جمعیۃ العلماء کا اصل جمعیۃ العلماء اسلام سے کیا تعلق ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع نے لکھا تھا، کہ ''موجودہ جمعیۃ العلماء وہ ہے جو اصل مرکزی، جمعیۃ العلماء اسلام سے علیحدہ ہو کر ایک نئے انداز سے کھڑی ہوئی تھی، اس کے شرکاء عموماً وہ لوگ ہیں جو پاکستان کے نظریہ سے ہمیشہ مختلف رہے اور ہمیشہ جمعیۃ العلماء اسلام کے خلاف ــــــ۔ جمعیۃ العلماء ہند سے وابستہ رہے۔ مارشل لاء اٹھنے کے بعد ہم نے مرکزی جمعیۃ العلماء اسلام کو اپنے خاص انداز کی وجہ سے دوبارہ

منظّم نہیں کیا نئی جمعیۃ العلماء کی طرف سے ایک نئی تنظیم ہو رہی ہے، میرا یا رفقاء جمعیۃ العلماء اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں، میرا اس نئی تنظیم سے اس وقت تک واسطہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اس کو از سر نو تشکیل کر کے صحیح مقاصد کے لئے استعمال نہ کریں اس وقت تک اس میں میری شرکت کا بھی کوئی امکان نہیں، محمد شفیع عفی عنہ کراچی نمبر ۵ خیر المدارس نزد گیان تھلہ، ملتان ۸۲-۴-۷ ۱۲ اظہار الحق۔

(دیوبندی مذہب، صفحہ 374-375)

سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کی رفاقت پر انھیں (مفتی محمود کو) بڑا ناز ہے، انھوں نے اپنے گُرو سرحدی گاندھی کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان کی مخالفت میں پورا زور صرف کر دیا۔ سرحد ریفرنڈم میں بھی اس شخص نے پاکستان کے خلاف جدو جہد کی۔

(پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 24)

مشہور صحافی کالم نگار جناب نذیر ناجی لکھتے ہیں۔

قائدِ اعظمؒ کے اس طرز استدلال کی علمائے کرام کی اکثریت نے مخالفت کی ان میں سے کچھ کانگریس کے حامی تھے کچھ تہذیبی، لسانی اور مذہبی بنیاد پر تصور قومیت کے خلاف تھے کچھ سیاسی وجوہ کی بنیاد پر تقسیم کو مسلمانوں کے حق میں مفید نہیں سمجھتے تھے جیسے مولانا ابوالکلام آزاد اور انکے حامی مسلمان علمائے کرام جو باقاعدہ کانگریس میں شامل تھے۔ علمائے کرام کی اکثریت نے قائدِ اعظمؒ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ سوٹ بوٹ اور ٹائی پہننے والا شخص مسلمانوں کا لیڈر نہیں ہو سکتا۔ اس کی قیادت میں بننے والے

کسی ملک کو اسلامی کہنا غلط ہوگا۔ محمد علی جناحؒ کا بنایا ہوا ملک مسلمانوں کی کافرانہ ریاست ہوگی۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز ہفتہ،23 دسمبر 2006ء)

مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

"جو لوگ پاکستان کی مخالفت کرتے تھے، جب یہ کہتے تھے کہ یہ محض فریب ہے، سیاسی چال ہے تو کیا وہ غلط کہتے تھے؟"

(ترجمان القرآن، جمادی الآخر 1374ھ) بحوالہ (دیوبندی مذہب، صفحہ 79-80-346-375)

اب ذرا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ کیجئے۔اس بیان کی روشنی میں اب جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے ارشاد احمد حقانی صاحب کی سنیئے۔ لکھتے ہیں۔

"قائدا عظمؒ کی جدوجہد کا دوسرا بڑا اصول اور مقصد پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانا تھا"۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز بدھ 27 دسمبر 2006ء)

جناب حامد میر صاحب لکھتے ہیں۔

"جماعت اسلامی بھی قائدا عظمؒ کے نظریات کو اپنے لئے مشعل رہ قرار دیتی ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ عملاً یہ سب کے سب قائدا عظمؒ جیسی اصول پسندی اور دیانتداری سے کوسوں دور نظر آتے ہیں" ۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز پیر 25 جنوری 2006ء)

1939ء میں جناب ابوالاعلیٰ مودودی نے ارشاد فرمایا۔

"لیگ کے قائدِ اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو"۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش حصہ سوئم، صفحہ 30 بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، چودھری حبیب احمد مطبوعہ لاہور 1966ء صفحہ 708) بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 65)☆(وہابی مذہب، صفحہ 394)

مزید گل افشانی کرتے ہیں کہ :۔
اس نام نہاد مسلم حکومت کے انتظار میں اپنا وقت ضائع کرنے یا اس کے قیام میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم کیوں کریں" ۔

(سیاسی کشمکش، صفحہ 170ج3) بحوالہ (وہابی مذہب، صفحہ 395)

جناب حامد میر صاحب لکھتے ہیں۔
"14 اگست 1947ء کو کراچی میں پاکستان کی قانون ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مشورہ دیا کہ آپ اپنی نئی مملکت میں مغل بادشاہ اکبر اعظم جیسی لبرل پالیسیوں کو فروغ دیں۔ ماؤنٹ بیٹن کے مشورے کے جواب میں قائدِ اعظمؒ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمیں اکبر سے رواداری اور روشن خیالی سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ تیرہ سو سال قبل ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں رواداری کا سبق صرف الفاظ میں نہیں بلکہ عمل کے ذریعہ دیا تھا جب انہوں نے یہودیوں اور مسیحیوں کے ساتھ امن قائم کیا" ۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز پیر 25 جنوری 2006ء)

1945-46ء کے انتخابات جو مطالبۂ پاکستان کی بنیاد پر منعقدہ ہوئے تھے اور انہی کی بدولت مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی تھی۔اس نازک مرحلہ پر جماعت اسلامی نے مسلم لیگ کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا، جس کا صاف مطلب کانگریس کی خاموش حمایت تھا۔ اس سے حصول پاکستان کے کاز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ تھا۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 27 مئی 1978ء صفحہ 4) بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 66)

"1955ء کا تاریخی الیکشن" کے عنوان سے جماعت اسلامی کا ترجمان "کوثر" رقمطراز ہے۔

بعض خوش فہم لیگی حضرات کا خیال تھا کہ جماعت اسلامی اس الیکشن میں ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کرے گی اور مسلم لیگ کا ساتھ دے گی۔ چنانچہ انہوں نے مخلصانہ طور پر جماعت اسلامی کو اسی سلسلہ میں دعوت بھی دی، جو اُس نے ٹھکرادی اور صاف اعلان کردیا کہ :۔

> "ووٹ اور الیکشن کے معاملہ میں ہماری پوزیشن صاف صاف ذہن نشین کر لیجئے پیش آمدہ انتخابات یا آئندہ آنے والے انتخاب کی اہمیت جو کچھ بھی اور ان کا جیسا بھی اثر ہماری قوم یا ملک پر پڑتا ہو۔ بہر حال ایک با اُصول جماعت ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے یہ نا ممکن

ہے۔ کہ کسی وقتی مصلحت کی بناء پر ہم ان اُصولوں کی قربانی گوارا کر لیں۔ جن پر ایمان لائے ہیں"۔

("کوثر" 28 اکتوبر 1945ء بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، صفحہ 709-710) بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 66-67)

یہ بات تاریخ سے حذف نہیں کی جاسکتی کہ جس وقت مسلم لیگ قائداعظم کی عظیم قیادت میں پاکستان کے قیام کے لئے غیر مسلم اقوام سے صف آرا تھی تو جماعت اسلامی نے۔۔۔ نہ اشتراک کیا نہ تعاون کیا بلکہ مخالفت میں پیش پیش رہی۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 10 مئی 1978ء صفحہ 2) بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 67)

مودودی صاحب نے خود اپنی تحریروں میں اس کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ "ترجمان القرآن" میں لکھا ہے کہ:۔

"مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کبھی کوئی لفظ میں نے لکھا ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے"۔

ایک اور دوسرے شمارے میں مولوی صاحب رقمطراز ہیں کہ:۔

"ہم اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ ہم تقسیم ملک کی جنگ سے غیر متعلق رہے"۔

(ترجمان القرآن، نومبر 1963ء) بحوالہ (وہابی مذہب، صفحہ 394)

جنت الحمقاء میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں خواہ کتنے ہی سبز باغ دیکھ رہے ہوں لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقع وہ بنا بھی تو) لازماً جمہوری لادینی اسٹیٹ کے نظریہ پر بنے گا۔

(ترجمان القرآن 1360ھ، صفحہ 29) بحوالہ (ہفت روزہ "احوال" کراچی 22 تا 28 مارچ 1990ء صفحہ 8)

زیڈ۔اے سلہری نے لکھاہے کہ:۔

"اس امر کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ عوام میں عام تاثر یہ تھا کہ علمائے کرام نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی ہے۔ جمعیت العلمائ ہند نے تو ضرور زور شور سے مخالفت کی تھی۔ اس لیے عوام کی نظروں میں علماء کا وقار مجروح ہوا تھا۔ اور اس مسندِ عزت پر فائز نہ رہے تھے جو اِن کے لیے مخصوص تھی۔ پھر خود جماعتِ اسلامی کا کردار جو نظامِ اِسلام کی سب سے بڑی نقیب تھی۔ محلِ نظر تھا۔ جمیعت کے متعلق تو یہ کہا جاتا تھا۔ کہ وہ سرے سے دو قومی نظریے کی ہی مخالف ہے۔ اور اس لیے تحریک پاکستان کی مخالفت اس کے طرزِ فکر کا لاحقہ تھا۔ لیکن مولانا مودودی تو دو قومی نظریے کے مبلغ رہے تھے۔ان کی طرف سے تحریک پاکستان کی مخالفت کی کیاتک تھی۔ چونکہ پاکستان کا ظہور تازہ تازہ تھا۔ اور ابھی ماضی پوری طرح فراموش نہ ہوا تھا۔ جب جماعتِ اسلامی نے ملک بنتے ہی نظام اسلام کا نعرہ لگایا تو اسے خالص سیاسی حربے کی نوعیت دی گئی اور خلوص سے عاری سمجھا گیا ورنہ کہا گیا اگر جماعت کو نظامِ اسلام کے قیام کا اتنا خیال تھا تو اس نے تحریک پاکستان میں کیوں نہ حصہ لیا"۔

("نوائے وقت"، صفحہ 2، 27 مئی 1976ء) بحوالہ (وہابی مذہب، صفحہ 395)

زیڈ۔اے سلہری ہی لکھتے ہیں کہ :۔

"اپنی جگہ مجھے ہمیشہ اس بات کا قلق رہا ہے کہ مولانا مودودی نے تحریک پاکستان میں شرکت نہیں کی"۔

(نوائے وقت، 27 مئی 1976ء) بحوالہ (وہابی مذہب، صفحہ 396)

زیڈ۔اے سلہرے نے مودودی صاحب کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"محترمی مولانا مودودی نے بانیانِ پاکستان کے بارے میں شکایت کی ہے۔ لیکن مولانا نے شکایت سے تجاوز کر کے بانیانِ پاکستان کی نیت پر بھی حملہ کیا ہے کہ ان کا مقصد ہی نہ تھا کہ نظام اسلام قائم ہو۔ اور اس طرح انہوں نے قوم کو دھوکہ دیا۔ ہفت روزہ طاہر کی رپورٹ میں انگریزی لفظ فراڈ (Fraud) درج ہوا۔ اس بیان سے پوری تحریک پاکستان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کے مویدین اور مخالفین کا کردار کُھل کر سامنے آ جاتا ہے"۔

("نوائے وقت" 1976ء) بحوالہ (وہابی مذہب، صفحہ 396)

قائدِ اعظم علیہ الرحمۃ کی نیت پر شک کرنے والے کے لئے مندرجہ ذیل بیان ہی ان کے منہ پر طمانچہ ہے۔ جناب واصف ناگی لکھتے ہیں۔

"بانی پاکستان حضرت قائدِ اعظمؒ نے برصغیر کے لاکھوں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کے دوران کئی مرتبہ فرمایا کہ پاکستان میں اسلامی رسم و رواج کے مطابق انہیں زندگی بسر کرنے کی آزادی ہو گی۔ انصاف کا بول بالا ہو گا، مسلمانوں کو ہر طرح کا تحفظ

اور سکون حاصل ہوگا قانون کی حکمرانی ہوگی پاکستان میں اللہ اور ان کے پاک رسول (ﷺ) کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق حکومت قائم ہوگی"۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز جمعرات 23 اگست 2007ء)

میر حسین آزاد لکھتے ہیں۔

ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ قائداعظم نے ہمیشہ پاکستان کو اسلامی فلاحی اور جمہوری ریاست بنانے کی بات کی ہے انہوں نے کبھی بھی نہیں کہا کہ پاکستان سیکولر ریاست ہوگی بلکہ یہ یہ کہا کہ ہمارا آئین اس ضابطہ حیات کے مطابق ہوگا جو آج سے 13 سو سال پہلے ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں دیا تھا ہمیں کسی عزم کی ضرورت نہیں۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز جمعہ 12 جنوری 2007ء)

مشہور صحافی کالم نگار جناب نذیر ناجی لکھتے ہیں۔

جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی نے اپنی ایک تحریر میں قائداعظمؒ کو" کافر اعظم" کا خطاب بھی دے ڈالا تھا۔ اب ایسی تمام تحریریں غائب کی جا چکی ہیں۔ دو رسالے اور کتابیں تلف کی جا چکی ہیں جن میں قائداعظمؒ اور پاکستان کی مخالفت موجود تھی اور جو کتابیں اور رسالے دستیاب ہیں ان سے وہ حصے حذف کئے جا چکے ہیں جن میں قیام پاکستان کی مخالفت کی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1965 کے بعد پروان چڑھنے والی نسل حقائق سے پوری طرح بے خبر ہے۔ اسی پر بس نہیں۔ ستم یہ ہوا کہ مولانا مودودی کو تصور پاکستان کا خالق بنا دیا گیا یہ دعویٰ کیا گیا کہ ملک قائداعظمؒ نے بنایا لیکن اس کا نظام بنانے کی ذمہ داری مولانا مودودی کے سپرد کی گئی۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز ہفتہ، 23 دسمبر 2006ء)

نذیر ناجی صاحب اور لکھتے ہیں۔

اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنہوں نے تاریخ کو مسخ کرنے کی خاطر تحریری ریکارڈ ضائع کیا یا اس میں ردوبدل کے مرتکب ہوئے۔۔۔ یہ لوگ واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں؟ اس کی مثال وہ تقریر ہے جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ قائدا عظمؒ نے مولانا مودودی کو تصور پاکستان کی وضاحت کے لئے ریڈیو پاکستان پر خطاب کی دعوت دی تھی۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز ہفتہ، 23 دسمبر 2006ء)

نذیر ناجی مزید لکھتے ہیں۔

جب قائدا عظمؒ حصول پاکستان کی جدوجہد کر رہے تھے اور مہاتما گاندھی تقسیم ہند کو روکنے کیلیئے زور لگا رہے تھے عین اسی دور میں جماعت اسلامی کا ایک سالانہ اجتماع ہوا جو شاید پٹنہ میں تھا۔ مولانا مودودی نے اس میں قائدا عظمؒ اور پاکستان کے بدترین مخالف مہاتما گاندھی کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جماعت اسلامی کی ہمدردیاں کس کے ساتھ تھیں؟

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز ہفتہ، 23 دسمبر 2006ء)

علامہ ابوداؤد محمد صادق قادری لکھتے ہیں۔

۔۔۔ مودودی صاحب نے مس فاطمہ جناح کو قیادت سونپنے کے بعد انہیں کس دلیل سے "مادر ملت" تسلیم کرکے ان کے اجتماعات میں ان کے "بیٹوں بیٹیوں" کے اختلاط کو گوارا فرمالیا ہے۔ باقی رہا "قائدا عظم زندہ باد" کا نعرہ۔ تو یہ بھی عجائباتِ مودودی میں سے ایک عجوبہ ہی ہے۔ کیونکہ جب "قائدا عظم" کو مودودی صاحب کی

ضرورت تھی ۔ اس وقت تو یہ ان کے سخت ترین مخالف و نقاد تھے، اور انہیں لیگ کا "قائداعظم" کہا کرتے تھے۔ لیکن اب اپنے مفاد و اقتدار کے پیش نظر ان کے علاوہ ان کی ہمشیرہ کے بھی نعرے لگوارہے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زودِ پشیماں کا پشیماں ہونا

(مودودی حقائق، صفحہ 25)

علامہ ابوداؤد محمد صادق قادری مزید لکھتے ہیں۔

جماعت اسلامی کی جمہوریت بھی خوب ہے۔ جب قائداعظم پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے اور برصغیر کے دس کروڑ مسلمان انکے ساتھ تھے تو جماعت اسلامی اس تحریک کو غیر اسلامی اور جمہور کے جوش و خروش کے اندھے بہرے اعتقاد کا نتیجہ قرار دیتی تھی۔ لیکن آج جب کہ سوال کسی ملک کی تخلیق کا نہیں صرف انتقال اقتدار کا ہے تو جماعت اسلامی جمہوریت ہی نہیں پارلیمانی جمہوریت کی حلقہ بگوش بن گئی۔

(روزنامہ "مشرق" 14 مارچ 1965) بحوالہ (مودودی حقائق، صفحہ 33)

علامہ ابوداؤد محمد صادق قادری مزید اور لکھتے ہیں۔

حکومت پاکستان نے جب سو روپے کے نوٹ پر قائداعظم کی تصویر شائع کی تھی تو اس کے خلاف سب سے زیادہ شور جماعتِ اسلامی نے مچایا تھا اور اتنی احتجاجی قرار دادیں منظور کی تھیں کہ اخبارات کے دفاتر میں ان کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ جماعت کا مسلک یہ تھا کہ شریعت حقہ کے تحت ایک اسلامی ملک کے کرنسی نوٹ پر کسی شخص کی خواہ وہ کتنا ہی

محترم ہو، تصویر شائع نہیں ہوسکتی۔اب جماعت اسلامی نے اپنے اس مسلک میں بھی تبدیلی کر لی ہے ان دنوں جماعت کے کارکن گلی گلی، کوچے کوچے پھر کر محترمہ فاطمہ جناح کے انتخابی فنڈ کے جو نوٹ فروخت کر رہے ہیں ۔ان پر نہ صرف یہ کہ محترمہ کی تصویر ہے بلکہ علمبرداران جمہوریت کی ایک فوج ظفر موج کی بھی تصویر ہے۔ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ملک کے کرنسی نوٹ پر تصویر کی اشاعت اگر ناجائز ہے تو انتخابی فنڈ کے نوٹ پر محترمہ فاطمہ جناح کی تصویر کی اشاعت کیسے جائز ہو گی؟ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ، صفحہدارتی انتخابات سے پہلے جماعت اخبارات و رسائل تک میں عورتوں کی تصویر کی اشاعت کوایک مسلمہ بُرائی سمجھتی رہی ہے۔

(روزنامہ "مشرق" 13 دسمبر 1964) بحوالہ (مودودی حقائق، صفحہ 33-34)

---

2 جنوری 1965ء کو صدارتی انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات میں مقابلہ کنونشن مسلم لیگ اور C.O.P کے درمیان تھا یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ جماعت اسلامی نے ان انتخابات میں محترمہ فاطمہ جناح کا کھل کر ساتھ دیا۔اس سے پہلے اپنی تصانیف میں مولانا مودودی عورت کی حکمرانی کو اسلام کے منافی قرار دے چکے تھے لیکن جیسا کہ ہمیشہ اس جماعت نے کیا ہے۔اپنی ہی تحریروں کو اپنے ہی سیاسی جوتے تلے روند ڈالا اور ایک بار پھر وہی پرانا بہانہ پیش کیا کہ "بڑے شیطان سے نمٹنے کے لئے چھوٹے شیطان کا ساتھ دے رہے ہیں"۔ حالانکہ شیطان ، شیطان ہی ہوتا ہے نہ بڑا نہ چھوٹا۔

(ہفت روزہ "احوال" کراچی، 27 جولائی تا 2 اگست 1989ء صفحہ 47)

روزنامہ مشرق لاہور میں ہے۔

جماعت اسلامی کے متعلق تو ہماری ایماندارانہ رائے یہ ہے کہ اس وقت اسلام کیلئے اس ملک میں اس سے زیادہ مضر جماعت کوئی نہیں"۔

(روزنامہ "مشرق" لاہور 23 دسمبر 1964) بحوالہ (مودودی حقائق، صفحہ 42)

مودودی صاحب کے نزدیک پاکستان کے لئے ووٹ دینا حرام تھا، فرماتے ہیں۔

جو اسمبلیاں یا پارلیمنٹیں موجودہ زمانہ کے جمہوری اصول پر مبنی ہیں ان کی رکنیت حرام ہے اور ان کے لئے ووٹ دینا بھی حرام ہے۔

(رسائل و مسائل حصہ اول) بحوالہ (ہفت روزہ "احوال" کراچی 22 تا 28 مارچ 1990ء صفحہ 8)

جناب حامد میر صاحب لکھتے ہیں۔

"مذہبی انتہا پسندوں کی اکثریت نے قائد اعظمؒ اور تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی لیکن آج یہ انتہا پسند اپنی سیاسی دکانداریاں چمکانے کیلئے قائد اعظمؒ کا نام فروخت کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے"۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز پیر 25 جنوری 2006ء)

ملک الطاف حسین لکھتے ہیں۔

بہر حال "دو قومی نظریئے" سے فرار اختیار کرنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا اور انہیں ہر گز اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ پاکستان کے وجود کے سبب اور آزادی کے ضامن نظریئے کے خلاف سازش کریں۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز ہفتہ 13 جنوری 2007ء)

تحریک پاکستان کے دوران (مسٹر مودودی) قائد اعظم پر رکیک حملے کرتے رہے۔ قائداعظم کو "احمق"، "غلط کار" اور دین میں ہلکا پن کے حامل ثابت کرنیکی کوشش میں لگے رہے۔ ہندوؤں سے ساز باز کرتے رہے جب سید مودودی نے یہ دیکھا کہ ان کی تنہا کوششیں مسلم لیگ کی صفوں میں کوئی انتشار پیدا نہیں کر سکتیں تو انہوں نے ہندوؤں سے بھی ساز باز شروع کی۔ چنانچہ انہوں نے پٹنہ میں اپنے پبلک جلسہ میں مسٹر گاندھی کو دعوت دی انہوں نے اس میں شرکت بھی کی لیکن گاندھی نے اس سوا کو کچھ منفعت بخش نہ سمجھا اور اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

(ہفت روزہ "احوال" کراچی، 22 تا 28 مارچ 1990ء صفحہ 17)

تحریک پاکستان کے خلاف سید مودودی نے جی کھول کر منافقانہ کردار ادا کیا۔ مخالفانہ دلائل دیتے رہے پاکستان کے لئے ووٹ لینا "حرام" قرار دیا۔ تحریک پاکستان کو غیر اسلامی تحریک سے تعبیر کیا، قیادت پر پھبتیاں کستے رہے اور "پاکستان" کو "ناپاکستان" کہتے رہے بلکہ خدا کی نگاہ میں غیر مسلموں کی حکومت سے زیادہ مبغوض کہتے رہے۔آخر ان کے لئے کیا وجہ جواز اور اخلاقی گنجائش تھی کہ وہ شدید ترین مخالفت کے باوجود "پناہ" کے لئے اسی پاکستان میں چلے آئے۔ پاکستان کا قیام عمل میں آنے کے بعد سید مودودی نے پٹھان کوٹ سے بھاگ کر اور ٹرکوں پر لاد کر اپنا سامان لے آئے۔ سید مودودی نے زندگی بھر پاکستان کی مخالفت کی، لیکن اس کے باوجود وہ پاکستان کیوں آئے؟ اور کیوں دوسرا روپ دھارا؟۔اس کے پس منظر میں صرف یہی بات پوشیدہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح جماعت اسلامی پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کرلے۔ پاکستان بنتے ہی

سید مودودی نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا شروع کر دیا اور پاکستان پر حکومت کرنے کا خواب دیکھنے لگے۔ لیکن ان کی یہ خواہش کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوئی۔

(ہفت روزہ "احوال" کراچی، 22 تا 28 مارچ 1990ء صفحہ 8-9)

---

24 دسمبر 1967ء کو لاہور میں "قائداعظم" کی یاد میں منعقدہ جلسہ میں میاں طفیل محمد صاحب (امیر جماعت اسلامی مغربی پاکستان) نے اپنی تقریر میں قائداعظم کو اپنا خراج عقیدت پیش کیا۔ اس پر بعض حلقوں نے اعتراض کیا کہ تحریک پاکستان اور اس کے بعد تک تو جماعت اسلامی اس تحریک کی مخالفت کرتی رہی اور قائداعظم کی شان میں ذلت آمیز الفاظ استعمال کرتی رہی جس کی جرأت ان کے کسی بدترین دشمن کو بھی نہیں ہوئی تو اب جماعت پر کون سی وحی نازل ہوئی ہے جس نے ان پر یہ حقیقت بے نقاب کر دی ہے کہ قائداعظم ان کے خراج عقیدت کے مستحق ہیں جس کے جواب میں میاں صاحب نے ایک لمبا چوڑا بیان شائع کیا کہ ملک میں اور افراد اور جماعتیں بھی ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان اور قائداعظم کی مخالفت کی تھی اور اب ان کے مداح ہیں۔ ان کے خلاف اس قسم کے اعتراضات کیوں نہیں کئے جاتے۔ جس کے جواب میں یہ عرض کیا گیا کہ ان افراد اور جماعتوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ انہوں نے تحریک پاکستان یا قائداعظم کی مخالفت نہیں کی تھی وہ یا تو خاموش ہیں یا اپنی غلطی کا اعتراف کرتی ہیں یا اپنا موقف اب بھی ظاہر کر دیتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ مفتی محمود پاکستان اسمبلی کے ممبر رہے باوجود اس کے کہ وہ صوبہ بلوچستان کے وزیر اعلی رہے۔ لیکن انہوں نے دل سے پاکستان کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ "خدا کا شکر ہے کہ میں پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھا"۔ لیکن میاں طفیل محمد کی یہ بات کس قدر منافقت اور جھوٹ پر مبنی ہے کہ۔ پاکستان

تین شخصیتوں نے بنایا ہے۔ علامہ اقبال جنہوں نے الگ مملکت کا تصور دیا۔ مولانا مودودی جنہوں نے نظریہ دیا اور حضرت قائداعظم جنہوں نے پہلے دو حضرات کی سوچ کو عملی شکل دی اور دین کے نظریہ و تصور پر پاکستان حاصل کیا۔

("نوائے وقت" 21 مئی 1976ء) بحوالہ (ہفت روزہ "احوال" کراچی، 22 تا 28 مارچ 1990ء صفحہ 9)

مولانا مودودی نے سمجھ رکھا تھا کہ ان کی جماعت نے سیاسی کش مکش حصہ سوم کے سابقہ ایڈیشن اور ترجمان القران کے متعلقہ پرچے سب تلف کر دیئے ہیں اس لئے اب وہ دھڑلے سے غلط بیانی کر سکتے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم تھا کہ لوگوں کے پاس اب بھی ان کی یہ تحریریں موجود ہیں جس میں ان کا اصل روپ نظر آ جاتا ہے۔ مودودی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ تین باتیں درپیش ہیں۔

1) اگر ملک تقسیم نہ ہو تو مسلمانوں کو بچانے کے لئے کیا کیا جائے؟
2) ملک تقسیم ہو جائے تو مسلمان جو ہندوستان میں رہ جائیں گے ان کے لئے یا کیا جائے؟
3) ملک تقسیم ہو جائے تو جو ملک مسلمانوں کے حصے میں آئے گا اس کو مسلمانوں کی کافرانہ حکومت بننے سے کیسے بچایا جائے؟اور اسے اسلامی راستے پر کیسے ڈالا جائے؟

ان تینوں مسئلوں میں سے مولانا نے پہلے دو مسئلوں میں کوئی دل چسپی نہیں لی کہ ہندوستان کا مسئلہ باقی رہتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے جو مسلمان تقسیم کے بعد ہندوستان میں رہ گئے ان کے بچانے کی بات تو درکنار مولانا خود بھاگ کر پاکستان تشریف لے آئے اور یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ پاکستان کے مسلمانوں کا ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا ناجائز

ہے۔ مولانا مودودی کو نہ ہندوستان کے مسلمانوں سے دل چسپی تھی اور نہ پاکستان کے مسلمانوں سے۔ انہیں اگر دل چسپی تھی تو صرف اس بات سے کہ کس طرح اقتدار پر قبضہ جمایا جائے اور اقتدار پر قبضہ جمانے کے لئے انہوں نے نوزائیدہ حکومت میں کیڑے نکالنے اور فتوے صادر کرنے شروع کردیئے اور مسلمانوں کے ذہن کو ورغلانہ شروع کر دیا تاکہ ان کی چھپی ہوئی دیرینہ خواہش پوری ہوسکے اور ساتھ ہی ساتھ بڑی شاطرانہ مہارت سے کبھی کبھی اپنا کام نکالنے کے لئے قائدِاعظم کی تعریف بھی کردیا کرتے تھے۔

(ہفت روزہ "احوال" کراچی، 22تا28مارچ 1990ء صفحہ 9-10)

ستمبر 1946ء میں جب نہرو نے کلکتہ میں ایک تقریر کے دوران کہا کہ "ہندوستان میں صرف دو جماعتیں ہیں ایک کانگریس اور دوسری برطانوی حکومت"۔ اس بیان پر مسلم لیگ کے رہنماؤں نے 1937ء کے مجوزہ انتخابات کے پیشِ نظر خاموشی اختیار رکھی لیکن انتخابات کے بعد جب نہرو نے ایک مرتبہ پھر اپنے اس مؤقف کا اعادہ کیا تو قائدِاعظم نے نہایت ترش اور پراعتماد لہجے میں کہا کہ :۔

> "یہاں ایک تیسری جماعت بھی موجود ہے جس کا نام "مسلمان" ہے ہم کسی کے تابع نہیں ہیں اور نہ ہم کسی کے خیمہ بردار بننے پر کسی طرح آمادہ ہوسکتے ہیں"۔

(ہفت روزہ "احوال" کراچی، 22تا28مارچ 1990ء صفحہ 29-30)

سب سے پہلے جماعت اسلامی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے قیام پاکستان سے پہلے "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" کے عنوان سے اپنی جماعت کا تحریری مؤقف عوام تک پہنچایا تھا۔ مولانا اس کتاب کے حصہ اول کے صفحہ 44 پر رقم طراز ہیں (یہ کتاب 1947ء سے پہلے لکھی گئی تھی)۔

"ہمیں اس امر کی کوشش کرنی چاہیے کہ جمہور مسلمانوں کی قیادت کا منصب نہ انگریزوں کے غلاموں کو حاصل ہو اور نہ ہندو کے غلاموں کو بلکہ ایسی جماعت کے قبضے میں آ جائے جو ہندوستان کی کامل آزادی کے لیے دوسری ہمسایہ قوموں سے اشتراک کرنے پر دل سے آمادہ ہو"۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ اول) بحوالہ (ہفت روزہ احوال، کراچی، 12 تا 13 اپریل 1990ء صفحہ 18)

اب ذرا غور سے اس تحریر کا مطلب اخذ کیجئے۔

1) انگریزوں کے غلام سے مراد، محمد علی جناحؒ کی مسلم لیگ تھی۔

2) ہندوؤں کے غلام سے مراد، جمعیت علماء ہند امدادی اور خاکسار وغیرہ تھے۔

3) ہمسایہ قوموں سے اشتراک کا مطلب، کانگریس اور سکھوں سے اشتراک تھا اور ایسے نظام کی طرف نشاندہی کرتا ہے جو سیکولر طرز کا ہو۔

اگر آج بھی عوام کانگریس کا پرانا منشور اور دستور اٹھا کر دیکھے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ سوشلزم وہ بنیادی عنصر ہے جس کے اوپر کانگریس اور ہندوستان کا ڈھانچہ کھڑا کیا گیا۔ مولانا مودودی نے اس تحریر کے ذریعے پاکستان بننے سے بہت پہلے سیکولر اور اشتراکی نظام سے تعاون کا یقین دلایا تھا یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ کے اسلامی منشور اور اور فلاحی دستور کو جماعت اسلامی نے ہمیشہ تنقید کا ہدف بنایا، سید مودودی نے گاندھی کو پٹھان کوٹ مدعو بھی کیا اور ان سے جلسے کی صدارت بھی کروائی لیکن کانگریس نے ایسی چھوٹی جماعت سے اشتراک کو فائدہ مند نہیں سمجھا اور بات یہیں ختم ہو گئی۔

(ہفت روزہ احوال، کراچی، 12 تا 13 اپریل 1990ء، صفحہ 18-17)

سید محمد فاروق القادری لکھتے ہیں۔

یہ تلخ حقیقت علماء دیوبند کو برداشت کرنا پڑے گی کہ ان کے پیش نظر برصغیر میں اسلامی حکومت کا قیام کبھی نہیں رہا بلکہ وہ ہمیشہ جمہوری انداز کی سیکولر حکومت کے لئے کوشاں رہے ۔ شاہ محمد اسماعیل کی تحریک ہو کہ جمعیت علماء ھند کی تنظیم، احرار ہوں یا آزاد، ان سب کا انداز فکر اس معاملے میں حیرت انگیز یکسانیت کا حامل رہا ہے۔ مکتب دیوبند کے نامور عالم شیخ الہند مولانا محمود الحسن کو کون نہیں جانتا۔آج اسیر مالٹا اور تحریک آزادی کے مجاہدین میں انہیں سر فہرست شمار کیا جاتا ہے۔ برصغیر سے انگریزی اقتدار کے خاتمے کا جو پروگرام آپ نے مرتب فرمایا اس میں کسی اسلامی حکومت کے تصور کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے واضح طور پر ایک لادینی (سیکولر) حکومت کا نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی کو آپ ہی نے کابل بھیجا وہاں آپ کے حکم اور مشورے سے موقتہ ھند کے نام سے ایک متوازی حکومت بنائی گئی لیکن آپ حیران ہونگے کہ اس حکومت کے لائف پریذیڈنٹ (تاحیات صدر) معروف متعصب سکھ لیڈر مہندر پرتاب مقرر ہوئے جبکہ مولانا سندھی اس کے وزیر خارجہ تھے۔

(مقدمہ اکابر تحریک پاکستان، صفحہ 19) بحوالہ (تحریک پاکستان اور علمائے حق، صفحہ 9)

دیوبند مکتب فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

”حضرت مولانا دیوبندی (محمود الحسن) اور وہ مولوی صاحب ایک موٹر میں تھے اور بعض مسلمان لیڈر بھی موجود تھے جس وقت حضرت مولانا کا موٹر چلا تو ایک اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ اس کے بعد گاندھی جی کی جے مولوی محمود حسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے“۔

(افاضات الیومیہ، ج6 صفحہ 255) بحوالہ (دیوبندی مذہب، صفحہ 255-443)

مولوی اشرف علی تھانوی کے متعلق مولوی عبدالاحد سورتی دیوبندی نے لکھا ہے کہ :۔

محمد ظفر احمد تھانوی اور مولوی شبیر علی تھانوی کا مسلم لیگ میں شرکت کرنا ہمارے اکابر (دیوبندی اکابر) خصوصاً حضرت تھانوی کے مسلک اور تعلیمات کے برخلاف ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے حضرت (تھانوی) کے مشہور خلفاء مولانا سید سلیمان صاحب، مولانا خیر محمد صاحب، مولانا محمد عبدالجبار صاحب، مولانا محمد طیب صاحب، مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ سعیدیہ وغیرہم کی (مسلم لیگ میں) عدم شمولیت اس کی روشن دلیل ہے۔

(اشرف الافادات، صفحہ 17) بحوالہ (وہابی مذہب، صفحہ 392)

کانگریس جمعیۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسلم لیگ کو جو گالیاں سنائیں اور ان ذکر اخباروں میں آچکا ہے ان لوگوں نے مسٹر محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزید سے تشبیہ دی۔ خدا کا شکر ہے کہ کہیں گاندھی کو امام حسین سے مشابہ قرار نہیں دیا۔

(اخبار "انقلاب" لاہور 15 مارچ 1939ء) بحوالہ (دیوبندی مذہب، صفحہ 344-440-441)

مسلم لیگ والے سب کے سب اربابِ غرض اور رجعت پسند ہیں۔ لٰہذا ووٹ مسلم لیگ کی بجائے کانگریس کو دینے چاہئیں۔

(مخلصاً چمنستان، صفحہ 151) بحوالہ (دیوبندی مذہب، صفحہ 344-345-437)

مولوی ظفر علی خان کہتے ہیں

ہندوؤں سے ہے نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے
گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے
حرف پنجاب میں ناموس نبی پر آیا
قائم اس ظلم کی بنیاد ان اشرار سے ہے
آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل
تو یہ سب ذلّت اسی طبقہ غدار سے ہے

(چمنستان، صفحہ 4) بحوالہ (دیوبندی مذہب، صفحہ 345)☆(وہابی مذہب، صفحہ 333)

مولوی ظفر علی خان نے مزید کہا۔

میری نظر میں ہیں مسجد کے منبر و محراب
جمی ہوئی نظر احرار کی ہے لابی پر
ہے اس زمانہ میں اچھا اگر کوئی مذہب
تو ہے وہی جسے قربان کریں رکابی پر

(چمنستان، صفحہ 1) بحوالہ (دیوبندی مذہب، صفحہ 441)

عطاء اللہ شاہ بخاری نے ”احرار کانفرس“ علی پور میں ڈنکے کی چوٹ پر کہا تھا۔”(پاکستان کا مطالبہ کرنے والے) مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں۔اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں خاکستان ہے“۔

(اخبار ملاپ، لاہور 27 دسمبر 1945ء)*(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 274)

"ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام جپتے ہیں۔۔۔۔سچ ہے پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو 1940ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے"۔

("آزاد" 9 نومبر 1964ء ☆ تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء، صفحہ 884) بحوالہ (دیوبندی مذہب، صفحہ 345) ☆ (وہابی مذہب، صفحہ 399)

حکومت پاکستان فتوے کی زد میں، فیصل آباد کے محمد صادق خلیل لکھتے ہیں۔

"جس ملک میں مزارات کو مذہبی حیثیت دی جائے اور اُن کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے کوششیں کی جائیں، ان پر قبّے تعمیر کیے جائیں اور ان پر سالانہ عُرسوں کا انعقاد حکومت کی جانب سے کیا جائے ، ان کی عظمت کو اُجاگر کیا جائے، مزارات پر پھولوں کی چادریں چڑھائیں جائیں۔ عرق گلاب اور خوشبودار عطریات سے اُن کو غسل دیا جائے اور نذرونیاز کے سلسلے کو بجائے بند کرنے کے اس کو بقا عطا کی جائے اور اللہ پاک سے لوگوں کی عقیدت کو ختم کرکے مزارات کی جانب ان کی عقیدت کو پھیرا جائے اور اللہ پاک کے ساتھ بغاوت کا ثبوت پیش جائے تو ایسے ملک کی حکومت کو اسلامی کہنا کسی طرح زیب نہیں دیتا"۔

(مقدمہ محمد بن عبدالوہاب، صفحہ 16) بحوالہ (البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 83-82) یاد رہے کہ یہ کتاب سعودی عرب کے خرچ پر چھاپ کر پاکستان میں مفت تقسیم کی گئی ہے۔

دیوبندیوں کے مولوی عبدالجبار نے مسلم لیگ کے متعلق مولوی شرف علی دیوبندی کے نظریہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے کہ :۔"مسلم لیگ جیسی بدین جماعت کی حمایت کریں"۔۔(اشرف الافادات، صفحہ 18 مطبوعہ دہلی)

چوہدری حبیب احمد صاحب کی کتاب "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" سے اقتباس۔

تاریخ کیا ہے! یہ عجیب دو دھاری تلوار ہے یہ موافقت و مخالفت اور حمایت و مخاصمت کے کردار کے تمام پہلوؤں کو نکھار اور اُبھار کر سامنے لاتی ہے۔ اگر کسی قوم کے پاس اسکی صحیح تاریخ موجود ہو تو وہ قوم اپنے ماضی کے تجربات کے آئینے میں اپنے حال کو درخشندہ اور مستقبل کو تابندہ بنا سکتی ہے۔ لیکن اگر تاریخ غلط ہے تو وہ غلط فہمیوں کی ایسی اندوہناک تاریکیوں میں گھری رہتی ہے جس سے اس کا نکلنا محال ہو جاتا ہے۔۔۔۔ آج شاید کوئی یہ بھی باور کرنیکو تیار نہ ہو کہ پچیس (25) تیس (30) برس قبول ہمارے چوٹی کے مذہبی پیشوا اس قسم کے کھیل بھی کھیلتے رہے ہیں اور یہ سب کچھ واردھا آشرم کے مہاتماؤں اور آنند بھون کے پنڈتوں کی نیشنلسٹ فوج کا ہراوّل دستہ بنکر سرانجام دیا گیا۔۔۔ واقعات و حقائق کی یہ دلاوز جگر سوز تفصیلی کتنی ہی غیر پسندیدہ کیوں نہ ہو بہرحال ہماری تاریخ آزادی و استقلال کا عبرت انگیز باب ہے۔

ان مقدسین نے غیروں کے اشارے پر "متحدہ قومیت" کے نام پر ایک نیا سومنات تعمیر کیا اور تحریک پاکستان کے خلاف اس بت کی پرستش عین اسلام قرار دی۔۔۔۔۔ تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی کے مابین یہی معرکہ دین و وطن رونما ہوا۔ خود ہمارے گھر کے جُبّہ و دستار میں لپٹے ہوئے، مذہبی پیشوا امام الہند اور شیخ الہند اسکے مقابل میں مقدمتہ الجیش بنا کر کھڑے کئے تھے۔۔۔ کیا آج ہماری نئی نسل یہ تصور بھی کر سکتی ہے کہ مسلمانوں کیلئے جس جداگانہ مملکت کے حصول و قیام کی جنگ لڑی جارہی تھی اسکی سب سے زیادہ مخالفت خود مسلمان اور اسکے

مذہبی اجارہ داروں کیطرف سے ہوئی! لیکن اس تلخ اور المناک حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ایسا ہوا اور روزروشن میں ہوا!

(لہٰذا ضروری ہے کہ) اُن قوتوں کے خدوخال بھی نمایاں اور واضح کردیں جو پر فریب اداؤں، عشوہ طرازیوں اور اسلام کے مقدس زرین نقاب اوڑھ کر ملت کی نشاۃ ثانیہ کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ اُنکے نام و کام کے تذکرہ سے ماضی گزیدہ اور شخصیتیں ناراض و برہم ہونگی۔ اُنھیں جان لینا چاہیئے کہ تاریخ نے آجتک کسی کو معاف کیا ہے نہ فراموش! (یاد رہے کہ) ہماری نوخیز نسلیں اور آنیوالا زمانہ اس بات کا شدت سے منتظر ہے کہ اُن حقائق و واقعات کو اُبھار اور نکھار کر سامنے لایا جائے جن سے تحریک پاکستان کو دوچار ہونا پڑا۔ اور اسلام کے ان منافقوں، اور غداروں کے بے نقاب کر کے انکے سامنے کھڑا کیا جائے جو گاندھوی فلسفہ کے مؤید اور حمایتی بنکر قیام پاکستان کی تحریک کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔

(مقدمہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء) بحوالہ (پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، صفحہ 28تا30)

شورش کاشمیری کہتے ہیں۔

گاہ گنگا گاہ جمنا پر وضو کرنے لگے
ہم انھیں عالم سمجھتے تھے مگر دجّال ہیں
پیرواشد تھے کبھی انکے ولبھ بھائی پٹیل
اب بھی انکے ذہن میں پنڈت جواہر لال ہیں

قائداعظم کی شخصیت سے نفرت آجتک
اس پہ دعویٰ کہ اپنے دور کے ابدال ہیں
پانی پت کے ڈھرم ڈھاری کلچرلی گنجی کیساتھ
کیسے کیسے لوگ شورش صاحب اقبال ہیں

(ہفت روزہ "چٹان" 1920ء 18جون، صفحہ 70) بحوالہ (پاک وہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، صفحہ 1079)

نوٹ:۔غالباًکتابت کی غلطی سے سن 1920 ہوگیاشاید یہ 1960 ہو (قادری)

پروفیسر احمد سعید صاحب لکھتے ہیں۔

ہندوستان کی تمام تاریخ میں یہ دور پہلا اور آخری دور تھا جس میں ہندو مسلم اتحاد اپنے عروج پر تھا مگر اس زمانہ میں کم عمرپائی۔ مسلمانوں نے ہندوں کی دلجوئی حاصل کرنیکی بہت کوشش کی مسلمان رضا کاروں نے رام لیلا کا بندوبست کیا۔ مندروں میں دعائیں مانگی گئیں، وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا، رامائن کی پوجا میں شرکت کی گئی۔ مسلمانوں نے اپنے ماتھوں پر تلک لگائے۔گنگاہ پر پھول اور بتاشے چڑھائے گئے۔

باربار اس بات کا اعلان کیا جاتا کہ "گاندھی مستحق نبوت تھا" اور کہا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا۔ گائے کی قربانی کو موقوف کرنیکی تجاویز پیش کی گئیں۔ اور سب سے زیادہ غضب یہ کیا کہ دہلی کی جامع مسجد میں ممبر رسول پر ایک متعصب ہندو شردھانند سے تقریر کروائی۔ اس شردھانند نے بعد میں مسلمانوں کو ہندو بنانیکی تحریک شدھی کا آغاز کیا۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہندو ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔

(حصول پاکستان، صفحہ 141) بحوالہ (پاک وہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، صفحہ 125-124) ☆ (پاکستان بنانے والے علماء ومشائخ، صفحہ 173)

میر حسین آزاد صاحب لکھتے ہیں۔
(مشرقی پاکستان کے سانحہ کے بعد) بھارت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے
بڑے طنزیہ انداز میں کہا تھا کہ :۔
"آج ہم نے دو قومی نظریہ خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز جمعہ 12 جنوری 2007ء)

عظیم سرور صاحب لکھتے ہیں۔
بھارت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے سقوط ڈھاکہ کے بعد کہا تھا کہ "ہم نے
نظریہ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا"۔

(روزنامہ جنگ کراچی بروز جمعرات 21 دسمبر 2006ء)

جناب نذیر ناجی لکھتے ہیں۔
"مجھے راہول گاندھی کا وہ بیان نہیں بھولا جس میں اس نے کہا تھا کہ ہمارے
خاندان کو پاکستان توڑنے کا اعزاز حاصل ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی بروز بدھ 22 اگست 2007ء)

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں
خصوص اُن پر زیادہ افسوس ہے کہ جو مسلمانوں کے راہبر اور مقتداء کہلاتے
ہیں اور جن کے ہاتھ میں انکی نکیل ہے جو ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں جو ان کے
سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ وہ اُن کے لیڈر ہیں۔ لیکن ایسے لوگ کیا رہبری کرینگے جب خود
گم کردہ راہ ہیں تو دوسروں کو کیا راہ بتائینگے۔ انھوں نے کافروں کی چکنی چپڑی باتوں میں

آخر مسلمانوں کو پسوا دیا۔ اور مسلمانوں ہی کو کیا خود بھی ان چیزوں کا ارتکاب کیا جو ایمان اور دین کو خراب اور برباد کرنیوالی تھیں۔ جے کے نعرے لگائے ۔ پیشانیوں پر قشقے لگائے۔ ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا۔ رام لیلا وغیرہ کا انتظام مسلمان والنٹریوں نے کیا بیہودہ اور کفریہ کلمات زبان سے کہے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں ہندو نبی ہوتا۔

(افاضات الیومیہ، حصہ ششم، صفحہ 303) بحوالہ (پاک وہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، صفحہ 155-156)

تھانوی صاحب سے کوئی پوچھے کہ ارے بھلے مانس جن باتوں کی طرف مابدولت اشارہ فرمارہے ہیں اُن کو کرنے والے کون لوگ تھے؟ کیا تھانوی صاحب ایسے ہی بے خبر تھے کہ اُن کو پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ لوگ کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔ اب تھانوی صاحب تو بقول تقویۃ الایمانی عقیدے کے مطابق مر کر مٹی میں مل گئے لہٰذا عالم خیال میں روح تھانوی سے کہتے ہیں کہ جناب وہ آپ ہی کے مکتب سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے جس میں آپ کے اکابرین شامل تھے۔اہل سنت وجماعت کا کوئی عالم اس گھناونے کھیل میں شریک نہیں تھا۔وہ مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگارہے تھے اور آپ کی پلٹن مسلم لیگ کے خلاف زہر اُگل رہی تھی۔

جناب رضی حیدر لکھتے ہیں۔

ہندوستان میں تحریک خلافت کافی زور پکڑ گئی تھی اور اس میں شیخ مولانا محمود الحسن ، مولانا عبدالباری فرنگی محل اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے علماء نہ صرف شامل ہوگئے تھے۔ بلکہ ترک موالات ، ذبیحہ گاؤ۔ اور ہجرت کے موقع پر فتویٰ بھی حاصل

کر لئے گئے تھے۔ محمد علی جناح کا اس سلسلے میں موقف بڑا واضح تھا۔ اور وہ اس تحریک سے بالکل علیحدہ تھے۔

(قائد اعظم کے بہتر (72) سال، صفحہ 155) بحوالہ (پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، صفحہ 127)

ڈاکٹر صفدر محمود اپنی تصنیف "مطالعہ پاکستان" میں لکھتے ہیں۔

یہ بات بہت دلچسپ اور قابل ذکر ہے، اگرچہ تحریک خلافت کا تعلق مسلمانوں سے تھا لیکن کانگریس کا ہندو راہنما گاندھی اس تحریک میں پیش پیش تھا۔ اس طرح وہ مسلمانوں کا بھی راہنما تھا اور ہندوؤں کا بھی لیکن کسی بھی ہوش مند مبصر سے یہ بات پوشیدہ نہیں تھی کہ ہندو مسلم اتحاد کی اس تحریک سے صرف ہندوؤں کو فائدہ ہوا اور مسلمانوں کو نقصان۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2004ء، صفحہ 135)

بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر اکساتے رہے۔ اس ہجرت کا فائدہ ہندوؤں کو ہی پہنچتا۔ کسی ہندو نے ہندوستان نہ چھوڑا بلکہ یہ ملک چھوڑنے والوں کی جائیدادیں اونے پونے داموں میں خریدتے رہے اور جب یہ خودساختہ مہاجرین ذلت و خواری کے بعد واپس آئے تو ان کیلئے گھر اور گھاٹ دونوں کا تصور خواب بن چکا تھا۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2004ء، صفحہ 137)

"دس ہزار جینا (جناح) جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں"۔

(چمنستان، صفحہ 165)

جمعیۃ العلماء ہند کے صدر مفتی محمد کفایت اللہ نے شردھانند کے قاتل غازی عبدالرشید کیلئے فتویٰ دیا کہ وہ جنت سے محروم ہے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ کافر معاہد کا قاتل جنت کی بو بھی نہ سونگھے گا

(تحریک آزادی ہند اور اسواد الاعظم، صفحہ 235)

اسی طرح جب راجپال نے اپنی کتاب رنگیلا رسول شائع کی اور مسلمانوں کے احتجاج پر اسکے خلاف مقدمہ چلا اور عدالت عالیہ پنجاب نے اس کی بری کر دیا۔۔ تو پھر جب پنجاب کے ایک نوجوان غازی علم الدین نے اسکو قتل کیا تو۔ ابھی مقدمہ زیر سماعت تھا لیکن قوم پرست پریس نے علم الدین کو مرتکب جرم قرار دیا اور اس فعل کو بزدلانہ قرار دیا۔

(تحریک آزادی ہند اور اسواد الاعظم، صفحہ 236) بحوالہ (پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، صفحہ 190)

ہندو مسلم اتحاد کے نام پر جمعیۃ العلماء ہند نے اپنے اجلاس 1921ء میں یہ قرارداد منظور کرتی ہے۔ مسئلہ گاؤ کشی کے بارے میں ہندوؤں کی دلجوئی کیلئے مسلمان گائے کے بجائے بھیڑ بکری کی قربانی دیا کریں۔ (تجلی عثمانی)

(پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، صفحہ 192)

"دسمبر 1919ء میں حکیم اجمل خان نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ گاؤ کشی بند کر دیں"۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2004ء، صفحہ 145)

جمعیت العلمائے ہند کے رہنما جناب مفتی کفایت اللہ دہلوی اپنے ایک قلمی دستخط شدہ فتویٰ میں علماء و مشائخ کی تحریک پاکستان کی کوششوں اور مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی تردید و مخالفت میں لکھتے ہیں۔

> "پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے مضر ہے۔کیونکہ حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے نہ اس کے ملنے کی توقع۔۔۔"

(قلمی فتویٰ مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی، دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی) بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 62)

ضیاء الاسلام تحریر کرتے ہیں۔

اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ جمعیت العلمائے ہند۔ مجلس احرار اور یونی نسٹ پارٹی کے گٹھ جوڑ نے ہمارے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جو ناپاک سازش مرتب کی تھی۔ وہ خضر حیات ٹوانہ اور کانگریس کی کولیشن حکومت کی صورت میں منظر عام پر آگئی اور ان دشمنانِ اسلام نے پنجاب کے مسلم اکثریتی صوبہ میں پاکستان کے مخالفین کا تسلط قائم کر دیا اور ابوالکلام آزاد بہ نفسِ نفیس اس کام کی تکمیل کے لئے لاہور میں عرصہ دراز مقیم رہے۔تاکہ پاکستان کے حصول کے مقصد کو ضرب کاری لگائی جا سکے۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 26 اگست 1971ء صفحہ 4) بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 68)

کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو۔ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو۔ "احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں۔ احرار اس کو پلیدستان سمجھتے ہیں"۔ (خطبات احرار، صفحہ 99)

ضیاء الاسلام آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس قسم کے دوسرے لوگ مثلاً ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی صدر جمعیت علماء ہند اپنے دور میں فن خطابت کے امام تھے۔ ہندو کانگریس نے ان کے فن خطابت ہی کی وجہ سے ان کو بھاری قیمت کے عوض خرید رکھا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں جب کانگریس نے رابطۂ عوام کی مہم شروع کی۔ تو سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے نام پر بے وقوف بنانے کے لئے انہیں حضرات کے فن خطابت کا استعمال کیا ہے"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 26 اگست 1971ء صفحہ 4) بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 68)

مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار نے عطاء اللہ بخاری اور احرار کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

نہرو جو ہے دولہا تو دلہن مجلس احرار
ہو پیر بخاری کو مبارک یہ عروسی
ہندوؤں سے ہے نہ سکھوں سے نہ سرکار سے
گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے

(چمنستان، صفحہ 159) بحوالہ (وہابی مذہب، صفحہ 333)

قائداعظم نے اکابر دیوبند سے بھی مسلم لیگ کی تائید کی اپیل کی مگر جمعیت علماء ہند کے اکابر مسلم لیگ کی بجائے کانگریس کے حامی بن گئے۔ جناب مفتی محمد شفیع سابق مفتی دیوبند (م۔1976ء) اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں۔

"35ء (1935ء) کے آخر میں یہ نوبت آگئی کہ سیاست کا عَلَم کانگریس کے ہاتھ میں تھا اور مسلمان اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اب اس انداز کی سیاست دیوبند میں بھی در آئی تھی۔۔۔۔ دیوبند میں کانگریسی مزاج پختہ ہوتا چلا گیا"۔

(ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" لاہور، جولائی 1968ء صفحہ 28) بحوالہ (حاشیہ پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 69)

جناب خواجہ رضی حیدر لکھتے ہیں۔

"ان اجلاسوں سے مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات لیگ کے لئے پیش کر دے گا۔ بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم بھی طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی۔ اس لئے محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی مستقبل میں امکان ہے اس لئے صرف قومی جذبہ کے پیش نظر کام کیا جائے۔ مرزا ابوالحسن اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس کے لئے پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پوری کرسکتی تھی"۔

(قائداعظم کے 72 سال، صفحہ 303-304) بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 69-70)

28 دسمبر 1919ء کو جب امرتسر میں جمعیت العلمائے ہند کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں دیگر علماء کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی بھی شریک ہوئے تھے۔ اس

کے بعد جمعیت کے تقریباً ہر اجلاس میں آپ شریک ہوتے اور ملکی سیاسیات اور مجلس شوریٰ کی تجاویز میں حصہ لیتے رہے۔ یہ صورت حال 1945ء تک قائم رہی۔ پروفیسر محمد انوارالحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں۔

"۔۔۔اس طرح علامہ عثمانی 1919ء سے لے کر 1945ء تک جمعیت العلمائے ہند دہلی کے رکن رکین اور اس کی مجلس شوریٰ کے موثر ممبر رہے"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی 1945ء تک جمعیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے اور قومی تحریکات میں ہمیشہ آگے رہنے کی کوشش کی۔ تحریک خلافت سے لے کر 1945ء تک جمعیت العلماء اور کانگریس کو آپ کے تعاون کا فخر حاصل رہا۔ بہت سی کمیٹیوں میں صدارت کے فرائض انجام دیئے"۔

(خطبات عثمانی مطبوعہ لاہور 1972ء صفحہ 58-59) بحوالہ (حاشیہ پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 72)

مسلم لیگ کے ایما پر قائم ہونے والی "جمعیت العلماء اسلام" کے صدر جناب علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس امر کا اعتراف خود کیا ہے کہ بہت تاخیر کے بعد میں نے مسلم لیگ کی حمایت کی ہے، چنانچہ مسلم لیگ کانفرس میرٹھ منعقدہ 30 دسمبر 1945ء کے جلسہ میں آپ نے خطبۂ صدارت دیتے ہوئے فرمایا:۔

"راقم الحروف خود ایک مدت دراز تک اسی شش وپنج میں رہا اور یہی وجہ ہے کہ خاصی تاخیر سے میں لیگ کی حمایت میں قلم اٹھایا۔ میں نے اپنی قدرت کی حد تک مسئلہ کی نوعیت پر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں غور وفکر کیا، اللہ سے دعائیں کیں اور استخارے کئے

بالآخر ایک چیز میرے اطمینان اور شرح صدر کا سبب بنی اور وہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ کی ایک تصریح ہے جو ان کی کتاب السیر الکبیر میں موجود ہے اور آپ جانتے ہیں کہ فقہ حنفی کا سارا مدار انہیں امام محمد کی تصنیفات پر ہے"۔

(خطبات عثمانی مطبوعہ لاہور 1972ء صفحہ 173-174☆خطبہ صدارت مسلم لیگ کانفرس میرٹھ، طبع ہاشمی بک ڈپو، صفحہ 12) بحوالہ (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 74)

1929ء ۔۔۔جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگریس کی گود میں جا گری اور مسلم مفادات کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

(تحریک پاکستان اور علماء کرام، صفحہ 48)

آپ (مولوی شبیر احمد عثمانی) نے آخری وقت مسلم لیگ میں شامل ہو کر مطالبۂ پاکستان کی حمایت کی۔

(اشراف السوانح) بحوالہ (دیوبندی مذہب، صفحہ 324)

آل انڈیا مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کی وضاحت۔

"مسلمان سیاسی، مذہبی، تمدنی رہنمائی کی توقع مسلم لیگ کی غیر اسلامی قیادت سے نہیں کر سکتے اور مسلم لیگ کے کسی فیصلے کو اسلامی ہند کا فیصلہ قرار نہیں دیا جا سکتا"۔

(رئیس الاحرار، صفحہ 283) بحوالہ (پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، صفحہ 25)

اہل حدیث اہل قلم برق التوحیدی کا ایک طویل تجزیہ نقل کرتے ہیں جو ان کی حقیقی تصویر کی صحیح عکاسی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جس میں ان کے صحیح خدوخال دیکھے جا سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

علمائے دیوبند کی ہمیشہ ایسی ہی دو رخی اور منافقانہ پالیسی رہی ہے اور مستقبل کی تاریخ کے پیش نظر ابنائے دیوبند نے ہمیشہ منافقانہ کردار ادا کیا۔آپ حیران ہوں گے کہ اگرایک طرف ریشمی رومال کا سہرا مجاہدین چمرقند اور عسمس سے چھین کر مولانا سندھی ایسے اشتراکیت اور نام نہاد انقلابی کے سرپر تھوپا جاتا ہے تو دوسرے طرف اسی خاندان دیوبند کے چشم وچراغ اور ایک حلقہ کے شیخ المسائخ کے بھائی انگریز کو مخبری کرتے ہیں اور محمود الحسن کو گرفتار کروادیا جاتا ہے۔

تحریک پاکستان میں اگرایک طرف شبیر عثمانی کا نام لیکر آج پاکستان کے تصور سے تعمیرو تکمیل تک کو علمائے دیوبند کی کوشش کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے تو دوسری طرف مدنی جیسے مردود اقبال بھی تھے کہ اگر پاکستان نہ بنتا تاریخ فیصلہ اسکے خلاف دیتی تو پھر بھی علماء دیوبند ہی کی کرامات کا مظہر ہوتا۔پھر دیکھئے 1953ء کو ایک تاریخ نے اسے سنہری الفاظ میں لکھا ہے تو محض اولیائے دیوبند کی برکات کا نتیجہ ہے لیکن اگر تاریخ کا اونٹ دوسری کروٹ بیٹھتا تو احتشام الحق کاندھلوی ، شفیع، ظفراحمد انصاری و عثمانی، محمد حسن اور خیر محمد جالندھری جیسے ختم نبوت فروش علمائے دیوبند کا طرہ آپ کو سب سے زیادہ بلند نظر آئے گا۔

اسکے بعد 1974ء کی تحریک ختم نبوت کیطرف نظر دوڑایئے اگر مستقبل نے اسے حسین و درخشندہ تحریک قرار دیا تو کریڈٹ علمائے دیوبند کا نصیب مفروض ہوگا کیونکہ بنوری کی بزرگی کا نتیجہ تھا لیکن اگروہ تحریک کوئی اور رُخ اختیار کرلیتی خدانخواستہ تو پھر وہ تمغۂ جرات بھی فضلائے دیوبند ہی کو ملتا کہ مولانا تھانوی اور ہزاروی اپنے پورے لاؤلشکر سمیت بھٹو کی پشت پر تھے بالاختصار اسکے بعد آپ پاکستان کے میدان سیاست میں اُترے جسکی گہما گہمی تقریباًایوبی دور سے شروع ہوتی ہے چنانچہ اگر حالات کا ایوب کے

مخالفین کے حق میں ہوتا تو آپ کو یہی اہل دیوبند صف اوّل کے مجاہدین جمہوریت پسند نظر آئیں گے اور اگر حالات کا رُخ دوسری طرف ہوتا تو اسی دیوبند کے خلافت راشدہ کے آخری درخشندہ ستارے سر تاج علمائے دیوبند احتشام الحق آپ کو ایوب کا استقبال کرتے اور گلے میں ہار ڈالتے (بلکہ امام ضامن باندھتے) نظر آئیں گے کہ ی ایوارڈ بھی اہل دیوبند ہی کا حصہ ہوگا اور یہ اسلئے بھی کہ حصول مفاد کے وقت تو مفتی محمود نے ایوب کو اپنا ووٹ فروخت کر دیا لیکن جب تحریک چلی تو جمہوریت کے ہیرو بن بیٹھے اور تاج محمود جیسے لوگ ریحان کی معرفت رات ہی رات میں اہل ثروت صاحب معراج اور اڈیٹر بولاک بنا کر دربار ایوب میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

آمر وقت بھٹو کی حکومت کا ذکر چلے تو آپ دیکھیں گے کہ اگر بھٹو مخالفت کو تاریخ نے ترجیح دی تو یہی ابنائے دیوبند ہراوّل دستہ ہوں گے لیکن اگر دوسرا پہلو روشن ہوا تو یہی فرزندان دیوبند عبدالحکیم، ضیاالقاسمی، تاج محمود، عبدالقادر آزاد، عبدالحق کوئٹہ، عبدالباقی، عبدالحق اکوڑہ خٹک، مولوی حسن شاہ ولایت دیوبند کے بے تاج بادشاہ غلام غوث ہزاروی کی صورت باوجاہت شکل باجلالت میں بمعہ اہل وعیال چیلے چمٹے نظر آئیں گیاور اگر کریڈٹ سرٹیفکیٹ انھیں ملے گا اگر بھٹو کے خلاف اسمبلی میں کاروائی کا کسی مؤرخ نے تذکرہ کیا تو مخالفت میں یہی غلامان دیوبند کے بیت سے ایم ایم آپ کو ملیں گے لیکن دوسرا رُخ قابل انعام و اکرام ہوا تو مستحق پھر بھی خدام دیوبند ہی ہوں گے۔ شیخ الحدیث اکوڑہ خٹک فرماتے ہیں (محترم اسپیکر صاحب میرا تعلق جمعیت علمائے اسلام سے ہے ہمارے بزرگوں نے انتخاب کے موقع پر جتنی تائید بھٹو صاحب اور پیپلز پارٹی سے کی ہے اس سے اخبارات پر ہیں۔ فوجی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ، صفحہ 72)

یعنی اس موقع پر بھی دیوبند بزرگان کی بزرگی کے صدقے مستحق انعام ہوں گے۔ مشہور مسلمان نقاد اور توحید پرست ادیب ماہر القادری نے "فاران" میں خوبصورت اور لطیف پیرایہ میں فرمایا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث اور ان کے بزرگوں کی اس شدید غلطی کو اللہ تعالیٰ ان کی دوسری نیکیوں کے طفیل معاف کر دے۔ اگر کسی مؤرخ کے نوکِ قلم پر مسئلہ پی پی پی سے اتحاد اور اختلاف کا آیا تو بصورت اوّل یہی دیوبند کے چشم و چراغ مفتی بھٹو سے بغلگیر ہوتے نظر آئیں گیاور بصورت ثانی بھی ضرب اختلاف کے پہلوان بھی یہی ہوں گے۔

اور اگر اس نام نہاد عوامی حکومت سے حصولِ مفاد کا مسئلہ درپیش ہوا تہ ایک طرف آپ کو مفتی صاحب وزارت عُلیا پر بھی کار سے مستغنی ملیں گے۔ لہٰذا مستحق تعریف علماء دیوبند کی یہی سادگی ہوگی کہ یہ رحمت ہے علمائے دیوبند کی دعاؤں کے صدقے۔ لیکن دوسری طرف کئی قاسمی آپ کو روٹ پرمٹ، پلاٹ ایجنسیاں لیتے بھی ملیں گے کہ یہ رحمت ہے علمائے دیوبند کے کے صدقے۔۔۔اور اگر مستقبل میں بھٹو کی رہائی موضوع بحث بنی اور فیصلہ بھٹو کے خلاف گیا تو بہت سے فضلائے دیوبند آپ کو حاکم کی سزا کے قائل بھی نظر آئیں گے لیکن اگر فیصلہ موافق ہوا اور اگر وہ رہا ہو گئے تو یہی علمائے دیوبند کی کرامات کا تقاضا ہوگا کیونکہ انھیں کئی حقوق حاصل ہیں جو بھٹو کی رہائی کا تقاضہ رکھتے ہیں۔

اور اگر ضیاء الحق کی مارشل لا کو تاریخ نے نظریۂ ضرورت کے تحت صحیح قرار دیا تو بھی متعدد غلامانِ دیوبند آپ کو ضیاء حکومت سے تعاون کرتے ملیں گے لیکن اگر مارشل لا درست نہ ہوا اور اسکے خلاف جہاد ضروری ہوا تو بھی سب سے بڑے اور پہلے مجاہدین

جمہوریت علمائے دیوبند ہوں گے کہ احترام اور ارشادالحق تھانوی نے لاٹھیاں کھائیں اور گرفتاریاں پیش کیں۔

بہرحال اس مختصر سی داستان دلخراش کے پیش نظر آپ جب بھی دیکھیں اور جس طرف بھی دیکھیں تو آپ کو اس متضاد پالیسی کی کرشمہ سازیاں نظر آئیں گی کہ یہ بھی علمائے دیوبند کی برکات ہے وہ بھی اولیاء دیوبند کی کرامت۔ یہ بھی علماء دیوبند کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور وہ بھی اولیاء دیوبند کی کوشش کا ثمرہ۔ یہ بھی علماء دیوبند کے علم و فضل کا کرشمہ اور وہ بھی خدام دیوبند کے ہنر و فن کا مظہر۔ غرض کہ جدھر سے تمغہ کریڈٹ اور ایوارڈ آئے تو خاندانِ دیوبند کا نام ہو گا خواہ وہ ذلت و رسوائی کا ہو یا عزت و شرافت کا گیا کہ

ع۔ جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے۔

قارئین۔ شاید آپ سمجھیں کہ یہ تمام امور وواقعات حادثاتی یا اتفاقی ہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ مبنی بر تعمد اور ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ابنائے دیوبند نے ہر محاذ ہر کسطرح محاذ آرائی شروع کر رکھی۔ مثلاً سیاست بازی جیتنے کیلئے جمعیت العلمائے اسلام، مرزائیت پر فتح یاب ہونے کیلئے تحفظ ختم نبوت۔ حالانکہ کوئی وقت تھا کہ یہ تنظیم تمام مکاتیب فکر کا ایک متفقہ مسئلہ کا نشان امتیاز و اتحاد تھا لیکن اب دیوبند ہی نہیں بلکہ صرف تاج محمود لمیٹیڈ کا دوسرا نام ہے لیکن اس سے محصولہ نتائج بھی علمائے دیوبند کی کرامات ہی ہوں گے۔ اہل تشیع کے مقابلہ میں تحفظ ناموس صحابہ کی تنظیم معرض وجود میں آئی کہ اگر کسی وقت اس سلسلے میں انعام وصول کرنے کا موقع آیا تو ہمارے منہ کا پانی خشک نہ ہو گا۔ شرک و بدعت کے خلاف اڑھائی رکنی جماعت ''اشاعتہ التوحید والسنہ'' ہے تاکہ وقت آنے پر یہ ایوارڈ بھی ہمارے حصے میں آسکے۔ تبلیغ و ارشاد کیلئے تبلیغی جماعت اور مرکز چنیوٹ کا ہتھیار استعمال ہوا کہ اس میدان میں بھی کوئی موقعہ

علمائے دیوبند کے ذریعہ پورے اسلام کو اپنے نام رجسٹری کروانے کا ضایع نہ ہونے پائے۔

اہلحدیث حجرات کے خلاف نفسِ وجود کو ناکافی تصور کرتے ہوئے "انجمن حزب الاحناف" بنالی کہ رضاخانیو کی ہمدردیاں حاصل کرکے اہل حدیث سے مشاجرات کا کریڈٹ بھی کوئی اور نہ لیجانے پائے ۔۔۔اور بریلویت کے خلاف محاذ آرائی کیلئے سوادِ اعظم کا عظیم فراڈ رچایا کہ اہل حدیث کو استعمال کرکے بوقت انعام ہم حاضری دے سکیں اور بالفرض یہ تنظیمیں حصولِ منزل میں ناکام رہتی ہیں تو کریڈٹ لیتے پھر بھی آپکو علمائے دیوبند ہی تمام سے آگے نظر آئیں گے۔ کہیں مرزا قادیانی کی جماعت ہے تو دوسری طرف ہاتھ کی صفائی کا کرتب اور اہل تشیع سے بھی مصالحت ہو سکتی ہے کہ شعوری اور غیر شعوری طور پر توہینِ صحابہ میں یہ کوئی کم مقام تو نہیں رکھتے۔ اسی طرح عجمی مشرکین سے بھی دوستی ممکن ہے۔ مجاوران دین پور، خانقاہ کندیاں، تھانہ بھون اسی بیماری کا توعلاج ہیں۔

(ہفت روزہ "افق" 23اپریل ،ج2،شمارہ 17، صفحہ 20) بحوالہ (پاک وہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، صفحہ 102تا106)

یہاں تک تو ہم نے تحریک پاکستان کی مخالفت کرنے والوں کے چہروں سے نقاب اُلٹا ہے۔ آخر میں مختصراً یہ بتاتے چلیں کہ تحریک پاکستان میں اصل کردار کن حضرات کا تھا جن کی انتھک محنت، کاوشوں اور قربانیوں سے مملکت خداداد پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا۔

(دو قومی نظریہ کا خیال) 1925ء میں ایک رسالے میں شائع ہوا جس کا عنوان یہ ہے "ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی" (مطبوعہ مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

اس رسالے کے مصنف کا نام محمد عبدالقدیر ہے۔ یہ بزرگ بعض محققین کے نزدیک اہل سنت و جماعت کے عالم اور عدالت عالیہ حیدرآباد دکن کے مفتی اعظم مولانا عبدالقدیر بدایونی تھے۔ اس منصوبے میں پاک وہند کے جن مقامات کی نشاندہی کی وہ سب کے سب حیرت انگیز طور پر پاکستان میں شامل ہوئے۔ غالباً ڈاکٹر اقبال نے اسی منصوبے کو سامنے رکھ کر سیاسی پلیٹ فارم سے سب سے پہلے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی جو 1940ء میں مسلمانان ہند کے ایک متفقہ مطالبے کی صورت میں سامنے آئی۔ حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمانان پاک وہند کی اکثریت کی آواز تھی جو بعد مین ہر دل آواز بن گئی۔

(دو قومی نظریہ اور پاکستان، صفحہ 7-8)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ، مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تجویز تقسیم ہند کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں۔

"مارچ اور اپریل 1920ء میں بدایوں کے اخبار "ذوالقرنین" نے ایک صاحب محمد عبدالقدیر بلگرامی کا گاندھی کے نام ایک کھلا خط شائع کیا، جس میں برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس میں انہوں نے مسلم اضلاع کی فہرست تک دی تھی جو مشرقی و مغربی پاکستان کی موجودہ سرحدوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی"۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2003ء، صفحہ 130)

فاضل بریلوی نے حضرت مجدد الف ثانی (م۔1034ھ/1624ء) کے مسلک کی پیروی کرتے ہوئے 1920ء/1339ھ میں دو قومی نظریہ کی داغ بیل ڈالی جس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، صفحہ 76)

دو قومی نظریہ کے بارے میں مقتدر دانشور سید انور علی ایڈووکیٹ سپریم کوٹ آف پاکستان لکھتے ہیں۔

"رفتہ رفتہ جذباتی تحریکیں (تحریک خلافت، ترک موالات وغیرہ) بھی ختم ہو گئیں اور مسلمانوں میں جداگانہ قومیت کا احساس ابھرنے لگا، جو مولانا احمد رضا بریلوی اور ان کے زیرِ اثر علماء اہل سنت کی مساعی کا مرہونِ منت ہے"۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2003ء، صفحہ 130)

پاکستان کے ممتاز دانشور، سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل مولانا کوثر نیازی مرحوم فرماتے ہیں۔

"امام احمد رضا خاں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب علامہ اقبال اور قائدِ اعظم بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے۔۔۔ دیکھا جائے تو دو قومی نظریے کے عقیدے میں امام احمد رضا خاں مقتدا ہیں یہ دونوں حضرات مقتدی۔۔۔۔۔ پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ نہ حاصل ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے"۔

(ماہنامہ معارف رضا کراچی، جنوری 2002 ص 18)

یہی معروف سیاست دان جناب مولانا کوثر نیازی مولانا احمد رضا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"سیاست میں ہم دو قومی نظریے کے کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائدِ اعظم محمد علی جناح (رحمۃ اللہ علیہ) سے منسوب کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کی مخالفت و تردید جس شد و مد سے امام احمد رضا خاں نے کی

وہ کسی اور نے نہیں کی۔ یہ دونوں حضرات بھی اس معاملے میں ان کے مقتدی ہیں۔ آپ رحمۃاللہ علیہ ان کے رہنما ہیں"۔

(سالنامہ معارف رضا، کراچی، 2007ء، صفحہ 264)

ایک اور دانش ور شخصیت محمد علی چراغ دو قومی نظریے کے حوالے سے امام صاحب کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ روزِ اوّل سے ہی دو قومی نظریے کے علم بردار تھے اور آخر تک اس کے لیے کوشاں رہے وہ ہنود کی سیاسی چالوں سے بخوبی واقف تھے اس لیے سیاست ہند کے ہر اہم موڑ پر انہوں نے مسلمانوں کو خبر دار کیا۔ ہنود کے چھپے ہوئے ارادوں اور ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا"۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2007ء، صفحہ 264)

نوائے وقت کے نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن میاں محمد شفیع (م ش) نے انھیں محسنِ ملت اسلامیہ کا لقب دیتے ہوئے لکھا کہ:۔

"اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) نے جس یکسوئی اور استقلال سے دور غلامی میں دین کی مدافعت کی جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا"۔

(نوائے وقت ۷ جون ۱۹۶۸ء) بحوالہ (سالنامہ معارف رضا، کراچی، 2007ء، صفحہ 272)

مشہور مؤرخ خواجہ رضی حیدر لکھتے ہیں۔

"امام احمد رضا کے تلمیذ و خلیفہ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی غالباً پہلے عالم دین ہیں جنھوں نے واشگاف الفاظ میں تقسیم ہند کی تجویز ان الفاظ میں پیش

کرکے پاکستان کا مطالبہ کیا۔۔۔" ملک تقسیم کرکے ہندو مسلم علاقے تشکیل دیئے جائیں ہر علاقہ میں اسی علاقہ والے کی حکومت ہو"۔

("خصوصی اشاعت" روزنامہ "جنگ" کراچی، شمارہ 23، مارچ 1991ء) بحوالہ (ماہنامہ معارف رضا کراچی، جنوری 2002ص18)

سرفراز حسین مرزا (1987ء) تحریک پاکستان کے دوران شائع ہونے والے ہندو اخبارات کے بیانات کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

"مسلم لیگ مولویوں اور پیروں کی مدد سے کامیاب ہوئی ہے۔ مولویوں اور پیروں نے " اسلام خطرہ میں ہے" کا نعرہ لگایا اور ووٹروں کو غضب الٰہی سے ڈرا کر مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے میدان صاف کردیا"۔

(ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، فروری 2002ص19)

اکابر اہل سنت نے 1925ء میں ایک تنظیم قائم کی۔۔۔اس عظیم جماعت کا نام "آل انڈیا سنی کانفرس" رکھا گیا، اسے "جمہوریہ عالیہ اسلامیہ" بھی کہا جاتا ہے۔

(پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 12)

آل انڈیا سنی کانفرس کا تاسیسی اجلاس 20 تا 23 شعبان المعظم 1343ھ مطابق 16 تا 19 مارچ 1925ء مراد آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کے داعی صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ تھے۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2002ء، صفحہ 122)

"جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے۔ وہ سب سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں"

(چمنستان، صفحہ 165)

علامہ اقبال نے قیام پاکستان کا مطالبہ دسمبر 1930ء میں کیا۔ لیکن اس سے تقریباً چھ برس اوائل 1925ء میں اسی ضرورت کا احساس "آل انڈیا سنی کانفرس" مراد آباد کے اجلاس میں میں علماء و مشائخ نے دلایا۔

(پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 25)

1930ء میں مسلم لیگ کے الہ آباد کے اجلاس میں جب علامہ اقبال نے اپنے خطبۂ صدارت میں تقسیم ہند کی اس تجویز کی حمایت کی تو علماء ہند میں سب سے پہلے امام احمد رضا کے خلیفہ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے آل انڈیا سنی کانفرس کے پلیٹ فارم سے اس کی تائید و توثیق فرمائی۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2001ء، صفحہ 191)

آل انڈیا سنی کانفرس کے اجلاس بمقام بنارس 1946ء کو آپ (امام احمد رضا) رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے کھلے عام اعلان کر دیا تھا کہ :۔

"اگر آل انڈیا مسلم لیگ پاکستان کے مطالبے سے دستبردار بھی ہو جائے تو آل انڈیا سنی کانفرس اس مطالبے سے دستِ کش نہیں ہو گی"۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2007ء، صفحہ 265)

1948ء میں انوارالعلوم ملتان میں علماء اہل سنت کا نمائندہ اجلاس بلایا، جس میں تقسیم ملک کے بعد پیدا ہونے والے حالات وہ واقعات کا جائزہ لیا گیا اور آل انڈیا سنی کانفرس کا نام تبدیل کر کے "جمعیۃ العلماء پاکستان" کی تشکیل کی گئی۔

(نور نور چہرے، صفحہ 17)

پروفیسر محمد اسلم لکھتے ہیں۔

"راقم دیوبندی مکتبہٗ فکر سے تعلق رکھتا ہے اس کے باوجود یہ عرض کرتا ہوں کہ ان مشائخ اور علماء کا عوام پر بڑا اثر تھا۔ خود لاہور میں تحریک پاکستان کیلئے بریلوی مکتب فکر کے علماء میں سے مولانا محمد بخش مسلم اور مولانا غلام الدین اشرفی نے جو کام کیا وہ محتاج تعارف نہیں"۔

(سالنامہ "معارف رضا" کراچی، 2004ء، صفحہ 140)

تحریک خلافت اٹھی، اور بڑے زوروشور سے اٹھی، مگر اس کے کوتاہ اندیش لیڈروں نے اس پین اسلامک تحریک کو تنگ نظر ہندو نیشنلزم کی جھولی میں ڈال دیا، اور انگریزوں سے خلافت بحال کرانے کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ مسلمان اس ملک سے ہجرت کر جائیں (اور ملک ہندوؤں کے لئے چھوڑ جائیں) اس نسخہ کا دوسرا اجزو یہ تھا کہ مسلمان اپنی تعلیمی درس گاہیں بند کردیں تاکہ ان کی آئندہ نسلیں ہمیشہ کے لئے ہندو کی غلام بنی رہیں۔

مسلمانوں کی یہ لیڈر شب سیاسی لحاظ سے دیوالیہ ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی لحاظ سے بھی "پیدل" تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے مشرک اور بُت پرست ہندو لیڈروں کو مسجدوں میں بُلایا اور منبر رسولِ پاک (ﷺ) پر بٹھا کر اُن سے تقریریں کرائیں۔ قائدا عظم (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس طوفانِ بد تمیزی کے خلاف کھڑا ہونا چاہا مگر کسی نے اُن کی ایک نہ سُنی، وہ انگلستان چلے گئے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ چند اشعار کہہ کر چپ ہو کے بیٹھ گئے۔

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا
خلافت کی کرنے لگا تُو گدائی
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی

اس موقعہ پر حضرت احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ اور اُن کے احبّاء ، رفقاء اور عقیدت مند ہی تھے ، جنہوں نے میدان میں آکر ہجرت اور ترکِ موالات جیسی نقصان دہ تحریکوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انہوں نے کہا ہمارے بزرگوں نے یہ ملک اپنا خون دے کر حاصل کیا تھا، ہم کیوں اسے چھوڑ جائیں۔

(نور نور چہرے، صفحہ 176-177)

مشہور صحافی، بے باک قلم کار، دانشور، مفکر (کالم نگار نور بصیرت روزنامہ نوائے وقت) اور صوفی منش مجاہد میاں عبدالرشید رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

جب 1940ء میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی اور آپ کے مریدین و معتقدین کی کوششیں بارآور ہوئی۔ اِن میں علمائ و صوفیہ سب ہی شامل تھے جو تحریک پاکستان کی حمایت کے لئے فردِ واحد کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ تحریک پاکستان میں حضرت بریلوی کی خدمات علامہ اقبال اور قائدِ اعظم سے کسی طرح کم نہیں۔۔۔ جب مسلمانوں کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتیں مثلاً احرار ، خاکسار، جمعیۃ العلمائ ہند ، قوم پرست مسلمان، دیوبندی حضرات (چند مستثنیات کے علاوہ) اور اہل حدیث پاکستان کی مخالفت کر کے پاکستان کے دشمنوں ہندوؤں اور انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے تھے تو یہ حضرت بریلوی کے معتقدین ہی تھے جو تحریک پاکستان کی مدد

کے لئے کھلے دل اور کامل یقین کے ساتھ آگے بڑھے۔۔۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے پاکستان کو سب کچھ دیا اور اب انہیں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پاکستان کو مضبوط اور ناقابل تسخیر بنائیں۔

(اسلام۔ برصغیر پاک وہند میں، صفحہ 75، مطبوعہ لاہور 1977ء) بحوالہ (تحریک آزادی ہند اور السّوادالاعظم، صفحہ 280)

جناب نذیر ناجی اپنے کالم میں لکھتے ہیں۔

جن لوگوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی اور قائداعظمؒ کے ہاتھوں شرمناک شکست سے دوچار ہوئے تھے، قیام پاکستان کے بعد اپنے زخم سہلاتے ہوئے اس ملک میں قدم جمانے لگے اور اس پر مسلط ہونے کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے۔ قائداعظمؒ دوقومی نظریئے کے تحت مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی حقوق کے تحفظ اور ایک علیحدہ وطن کے حصول کی خاطر جو دلائل دیا کرتے تھے، ان پر اس دور کے علمائے کرام (دیوبند و ہم خیال گروپ) کی اکثریت کی طرف سے اعتراض کیا جاتا تھا کہ قائداعظمؒ مسلمانوں کے نام پر جو ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس میں اسلام نافذ نہیں ہوگا کیونکہ قائداعظمؒ اور ان کے ساتھ اسلام کو جانتے ہی نہیں۔ ان کے بنائے ہوئے ملک میں مسلمانوں کی کافرانہ حکومت قائم ہوگی، اس لئے تحریک پاکستان میں حصہ لینا مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔

روزنامہ "جنگ" کراچی بروز بدھ 7 جولائی 2007ء

یہاں پر ذرا تھوڑی سی دیر کے لئے سوچیے کہ جو تحریک پاکستان کے مخالف کانگریسی علماء تھے۔ جب قائداعظم علیہ الرحمۃ کے بنائے ہوئے پاکستان کو اسلامی ملک کی

بجائے کافرانہ حکومت سے تشبیہ دے رہے تھے تو کیا وہ خود کسی اسلامی ملک کے باشندے تھے؟ نہیں! بلکہ وہ بھی تو کافروں کی حکومت کے اندر رہ رہے تھے۔ کیا اس پر اُن سب کے ضمیر مردہ ہو چکے تھے کہ ہندوؤں کی کانگریس جماعت کا تو ساتھ دے رہے تھے اور مسلم لیگ جو کہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی کیسے کیسے غلیظ فتوے جاری کر کے تحریک پاکستان کے کاز کو کس بُری طرح سے نقصان پہنچا کر کافروں کی نمک حلالی کر رہے تھے۔

اس دور کی تاریخ لکھنے والوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو قیام پاکستان کے مخالف تھے اور آج تک یہ نظریہ ان کے قلب و ذہن قبول کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے یہ توقع کہ وہ تحریک پاکستان کے مجاہدوں کا اچھے الفاظ میں کرتے۔

ع۔ ایں خیال است و محال است و جنوں

(پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، صفحہ 117)

"پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے"۔
(رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 275)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں۔ موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی و شرعی تنظیم سوادِ اعظم تسلیم نہیں کی جاسکتی۔
(اشرف الافادات، صفحہ 8)

امروہہ کے ایک جلسہ میں عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کا ایک جملہ یہ بھی تھا۔ جو لوگ "پاکستان" کے لیے مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے۔ وہ سوئر ہیں اور سُور کھانے والے ہیں۔(چمنستان، صفحہ 165)

مفتی محمود نے 1944ءمیں فتویٰ دیا تھا کہ۔" دنیا کی تمام قوموں سے رشتے ناطے جائز ہین لیکن مسلم لیگی کو لڑکی دینا ناجائز ہے"۔
(اخبار آزاد، 5 اگست 1944 بحوالہ ہفت روزہ شہاب لاہور یکم اگست 1963ء)

مآخذ ومراجع

کتابیات

نمبرشمار	نام کتب
1	تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
2	تحریک پاکستان اور علماء کرام محمد صادق قصوری مکتبہ زاویہ، لاہور
3	پاک وہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، علامہ خلیل اشرف اعظمی، قادری مکتبہ فریدیہ، ساہیوال
4	پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، مولانا محمد جلال الدین قادری، عالمی دعوت اسلامیہ، لاہور
5	دیوبندی مذہب، غلام مہر علی، مکتبہ حامدیہ، لاہور
6	قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک سید صابر حسین بخاری بزم رضویہ، لاہور
7	خطبات کاظمی جلد 2، علامہ سید احمد شاہ کاظمی، کاظمی پبلی کیشنز، ملتان
8	البریلویۃ کا تحقیقی و تنقدی جائزہ ، محمد عبدالحکیم شرف قادری، رضا دارالاشاعت، لاہور
9	پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار، مولانا ضیاء الحامدی نقشبندی مجددی، مکتبہ فلاح المسلمین، ملتان
10	نور نور چہرے، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مکتبہ قادریہ، لاہور
11	وہابی مذہب، مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ

12	تحریک پاکستان اور علمائے حق، انجینئر عبدالمصطفےٰ قادری، بزم قادریہ رضویہ، اسلام آباد، کراچی
13	دو قومی نظریہ اور پاکستان، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ادارۂ مسعودیہ، کراچی
14	فاضل بریلوی اور ترک موالات، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، رضا پبلی کیشنز، لاہور
15	مودودی حقائق، علامہ ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی، انجمن انوار القادریہ، کراچی

اخبارات

نمبر شمار	نام اخبارات
1	روزنامہ جنگ کراچی بروز جمعرات 21 دسمبر 2006ء
2	روزنامہ جنگ کراچی بروز ہفتہ، 23 دسمبر 2006ء
3	روزنامہ جنگ کراچی بروز پیر 25 دسمبر 2006ء
4	روزنامہ جنگ کراچی بروز بدھ 27 دسمبر 2006ء
5	روزنامہ جنگ کراچی بروز جمعہ 12 جنوری 2007ء
6	روزنامہ جنگ کراچی بروز ہفتہ 13 جنوری 2007ء
7	روزنامہ جنگ کراچی بروز بدھ 8 اگست 2007ء
8	روزنامہ جنگ کراچی بروز بدھ 15 اگست 2007ء
9	روزنامہ جنگ کراچی بروز بدھ 22 اگست 2007ء
10	روزنامہ جنگ کراچی بروز جمعرات 23 اگست 2007ء
11	روزنامہ جنگ کراچی بروز بدھ 7 جولائی 2007ء

رسائل

نمبر شمار	نام رسائل
1	سالنامہ معارف رضا کراچی، شمارہ 40-39-38 /2001ء
2	سالنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ۔ 22/1423ھ/2002ء
3	سالنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ۔ 23/1424ھ/2003ء
4	سالنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ۔ 24/1425ھ/2004ء
5	سالنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ۔ 4-3-2/1428ھ/2007ء
6	ماہنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ 54 شعبان المعظم 1423ھ/نومبر 2002ء
7	ماہنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ 45 ذی قعدہ وذالحج 1422ھ/فروری 2002ء
8	ماہنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ 44 شوال وذی قعدہ 1422ھ/جنوری 2002ء
9	ماہنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ 9 ذی القعدہ 1426ھ/دسمبر 2005ء
10	ہفت روزہ احوال، کراچی، 27 جولائی تا 2 اگست 1989ء شمارہ 10 جلد 1
11	ہفت روزہ احوال، کراچی، 15 تا 21 مارچ 1990ء شمارہ 43 جلد 1
12	ہفت روزہ احوال، کراچی، 22 تا 28 مارچ 1990ء شمارہ 44 جلد 1
13	ہفت روزہ احوال، کراچی، 12 تا 13 اپریل 1990ء شمارہ 47 جلد 1

غیر مطبوعہ کتب

1) ایک حدیث تین باتیں
2) ایک حدیث ایک بات تین تاکید
3) درود شریف
4) حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
5) پیدائش مولیٰ کی دھوم
6) میلاد قرآن وحدیث کی روشنی میں
7) میلاد النبی ﷺ کا ثبوت
8) بے مثل ولازوال محبت
9) شان عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم
10) عقائد امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
11) ایمان کی بنیاد
12) اصلی چہرے
13) انگریز کے ایجنٹ کون؟
14) ننگے سر نماز
15) پاکستان کے مخالف علماء
16) حکیم الامت کی فحش باتیں
17) زمین ساکن ہے
18) بے ادبیاں اور گستاخیاں
19) راہ ہدایت
20) کیا جہاد قسطنطنیہ میں یزید شریک تھا؟
21) نماز کی باتیں
22) باطل اپنے آئینے میں
23) تحریک پاکستان اور معارف رضا

1) وہابی جہاد کی حقیقت
2) وسیلہ کا ثبوت
3) علماء دیوبند کا دوغلہ پن
4) دیوبندی کرتوت کے چند نمونے
5) حکیم الامت کے ڈھنگ نرالے
6) جہاد یا فساد
7) خوابوں کی کہانی
8) ایک چہرہ دوروپ
9) مشابہت
10) تقویۃ الایمان کا جائزہ
11) مودودیت کیا ہے؟
12) شب برات ایک عظیم رات